

دینی، علمی، اصلاحی اور تحقیقی ماہنامہ

جلد: ۳۷

شمارہ: ۵-۶

مجلہ محکمت بنارس

رمضان وشوال
۱۴۴۰ھ
مئی و جون
۲۰۱۹ء

تمام مسلمانان عالم کو ماہ صیام اور عید الفطر
مبارک ہو۔ اس موقع پر جامعہ کو اپنے صدقات
وعطیات دینا نہ بھولیں اور اس کی تعمیر و ترقی
اور استحکام کی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب
مسلمانوں کو صحت و تندرستی کے ساتھ اس
مقدس مہینہ سے مکمل استفادہ کی توفیق بخشے۔

سرپرست
عبداللہ سعود سلفی

مدیر
محمد اسلم مبارک پوری

نائب مدیر

مولانا عبدالمبین مدنی

معاون مدیر

مولانا محمد ایوب سلفی

مجلس مشاورت

مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی

مولانا محمد مستقیم سلفی

مولانا علی حسین سلفی

مولانا رفیق احمد رئیس سلفی

ڈاکٹر عبدالصبور مدنی

اشتراک کے لیے ڈرافٹ مندرجہ ذیل نام سے بنوائیں

Name: DAR-UT-TALEEF WAT-TARJAMA
Bank: ALLAHABAD BANK, KAMACHHA, VARANASI
A/c No. 21044906358
IFSC Code: ALLA0210547, SWIFT Code: ALLAINBBVAR

بدل اشتراک سالانہ

روپے	250	ہندوستان:
ڈالر	50	بیرون ممالک:
روپے	25	فی شمارہ:

مراسلت کا پتہ

Darut Taleef Wat Tarjama, B.18/1-G, Reori Talab, Varanasi - 221010

www.mohaddis.org

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

اس شماره میں

۳	عبداللہ سعود سلفی	۱۔ درس قرآن
۵	مولانا عبدالمستین مدنی	۲۔ درس حدیث
۸	مدیر	۳۔ اٹھ کہ اب ماہ صیام آیا
۱۰	مطبع اللہ سلفی	۴۔ ہلال رمضان کے بعد.....
۱۳	مقبول احمد سلفی	۵۔ روزہ کے جدید طبی مسائل
۱۷	مولانا عبدالمستین مدنی	۶۔ اعتکاف کے مسائل و احکام
۲۱	محمد غفران عبید الرحمن سلفی	۷۔ ماہ رمضان المبارک اور مسلمانوں کا طرز عمل
۴۰	ڈاکٹر عبدالصبور ابوبکر	۸۔ زکاۃ کے مصارف
۵۰	ڈاکٹر محمد اسلم مبارک پوری	۹۔ صدقہ فطر کے ضروری مسائل
۵۲	ابو اسعد محمد مسلم المدنی	۱۰۔ صاع حجازی اور صاع عراقی.....
۶۱	رفیق احمد رئیس سلفی	۱۱۔ دینی مدارس کو درپیش چیلنجز
۶۸	فضل اللہ انصاری سلفی	۱۲۔ اسلام: لوگوں کو سمجھانے اور اپنوں....
۷۱	ڈاکٹر عبدالکریم سلفی علیگ	۱۳۔ ایمان لے آؤ
۷۸	ظل الرحمن فائق بندوی	۱۴۔ عالم اسلام
۷۹	شعبہ اطلاعات و رابطہ عامہ جامعہ سلفیہ بنارس	۱۵۔ اخبار جامعہ سلفیہ بنارس
۸۳	عبدالرحمن عالمگیر محمد عالمگیر	۱۶۔ جامعہ سلفیہ بنارس میں طلبہ کے درمیان....
۹۳	ادارہ	۱۷۔ مجوزہ پروگرام و تعطیلات جامعہ.....
۹۵	دارالافتاء جامعہ سلفیہ بنارس	۱۸۔ باب الفتاوی



درس قرآن

رمضان کا مبارک مہینہ پھر آ گیا

اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ”قد جاء کم رمضان شہر مبارک“ (مسند احمد: ۸۹۹۱)

عبداللہ سعود سلفی

ہوں جب دن بھی بڑا ہوتا ہے تو شدت بھوک اور پیاس مزید بڑھ جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ سب اللہ دیکھ رہا ہے، اس کا اجر و ثواب بھی اسی کے حساب سے ہوگا۔ اس وعدہ پر ایک روزہ دار کو یقین رکھنا چاہئے۔ تب ہی وہ تقویٰ اختیار کرے گا۔ روزہ مکمل کرنے پر اللہ کا شکر گزار ہوگا کہ اسی کی توفیق سے روزہ کا عمل پورا ہوا اور اگر نیت صحیح رہی، عمل خالص رہا تو وہ غلط راہ سے ضرور بچے گا۔ اور آئندہ کی زندگی بہتر بنانے کی کوشش کرے گا، کیونکہ مکمل ایک ماہ کا روزہ ایک تربیت ہے جس سے انسان کے اندر تقویٰ کی صفت پیدا ہو جانی چاہئے۔

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ایک کتاب لکھی ہے ”تلبیس ابلیس“ شیطان کی شیطانیت یعنی شیطان جو انسان کا پیدائشی دشمن ہے وہ برابر اس کام میں لگا رہتا ہے کہ انسان کے نیک اعمال کو کیسے برباد کرے۔ روزہ یعنی کھانے پینے اور خواہشات نفس سے پرہیز کرنا بہت بڑی عبادت ہے۔ ہم سب دیکھتے ہیں کہ رمضان آتے ہی مسجدیں آباد ہو جاتی ہیں، گھروں و بازاروں میں میوزک و گانے بند ہو جاتے ہیں، سروں پر ٹوپیاں نظر آنے لگتی ہیں، تراویح کی نماز کا اہتمام ہوتا ہے، صدقات و زکاۃ لینے کے لیے فقراء و مساکین کے ساتھ چندہ اکٹھا کرنے والوں کی بہتات ہو جاتی ہے۔ یہ سب نیک اعمال ہیں۔ مگر ساتھ ہی ساتھ رنگ برنگ کے کھانے و پکوان، پکوڑی، ملگجا، گھگھنی، پا پڑ

[شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ] رمضان کا مہینہ جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ اور فرمایا: [فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ] تم میں سے جو کوئی اس ماہ کو پالے تو اس ماہ میں روزہ رکھے۔ اور مقصد بتایا: [لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ] تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ [وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ] اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔ اور اگر انابت الی اللہ اور ایمان باللہ بھی ہو تو [لَعَلَّكُمْ يَرْضَوْنَ] تاکہ وہ راہ راست پالیں۔ اور روزہ کے احکام و حدود پر عمل کرتے ہوئے اللہ کی آیات پر غور کریں تو [لَعَلَّكُمْ يَتَّقُونَ] تاکہ وہ غلط رویے سے بچیں۔

انسان کو کسی بلند مقام حاصل کرنے کے لیے بہت سے منازل طے کرنے پڑتے ہیں۔ روزہ کا ثواب بہت عظیم ہے۔ حدیث میں ہے کہ ہر نیکی کا ثواب انسان کے عمل کی نیک نیتی اور خلوص و للہیت کے بنیاد پر دس سے سات سو گنا تک ملتا ہے مگر اللہ نے بتایا کہ روزہ کا ثواب اس قاعدہ سے مستثنیٰ اور الگ ہے۔ اللہ کا فرمان ہے: ”إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ“ سوائے روزہ کے کیونکہ وہ میرے لیے رکھتا ہے اور اس کا بدلہ میں دوں گا۔ اس مخصوص اجر کو پانے کے لیے ضروری ہے کہ انسان اللہ کے بتائے ہوئے قاعدہ کے مطابق اللہ کی رضا حاصل کرنے کی غرض سے روزہ رکھے۔

روزہ رکھنا ایک کٹھن عمل ہے اور اگر سخت گرمی کے ایام

اے آدم کی اولاد تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنی زینت سے آراستہ ہو جایا کرو اور کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو کیوں کہ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“

اسراف و فضول خرچی وہ بھی رمضان المبارک میں، دیکھنا ہو تو اس وقت دیکھیں جب بچی کے یہاں افطاری بھیجنا ہوتا ہے وہ بھی جب شادی کے بعد پہلا رمضان آئے، کتنی ویراٹی ہو، کتنے طرح کے پھل ہوں اور یہ کہ مقدار کم نہیں ہونی چاہئے کہ بچی کی ناک نہ کٹ جائے، وغیرہ وغیرہ۔

مسلمانو! رمضان المبارک وہ مہینہ ہے جس میں اللہ کا کلام قرآن مجید نازل کیا گیا ہے۔ رمضان میں پورا قرآن مجید ختم کرنا چاہئے۔ قرآن مجید ہدایت اور نور ہے۔ انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے اللہ کے بتائے ہوئے ضابطہ حیات ہیں۔ ان کو اپنی زندگی میں نافذ کیسے کریں، اسی کی تربیت کا یہ مبارک مہینہ ہے۔ کاش ہم رمضان اور اس ماہ کی اہمیت کو سمجھیں۔ کیا صحیح ہے اور کیا غلط اس میں تمیز کریں اور اپنی خواہشات پر کنٹرول کر لیں تو یقیناً اللہ کے وعدہ اور اس کے بے مثال اور عظیم اجر کے مستحق ہوں گے۔ [وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَيَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ] (نازعات: ۴۰-۴۱) جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے اپنے اندر خوف محسوس کرے اور اپنے نفس کو خواہشات سے روک لے تو یقیناً ایسے ہی لوگوں کے لیے جنت ٹھکانا ہوگی، جس کا ایک دروازہ باب الریان ہے جو روزہ داروں کے لیے خاص ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن مجید کی تلاوت کرنے، اس کے مفہوم کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے، آمین۔



اور پھل فروٹ میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ عصر بعد مطبخ میں گھر کی عورتیں لگ جاتی ہیں کہ آج کچھ لگ بنے گا۔ مغرب سے قبل کھانے کی دکانوں میں بھیڑ لگ جاتی ہے کہ گھر سے آرڈر ہے کچھ لے کر آنا ہے۔ یہ سب اس کام کے لیے ہوتا ہے جس کے لیے اللہ نے فرمایا: ”فإنه لي وأنا أجزئي به“ روزہ میرے لیے ہے اور میں بدلہ دوں گا۔ اور اللہ کے رسول نے فرمایا: ”من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة أن يدع طعامه وشرابه“ جو کوئی غلط بات اور غلط عمل نہ چھوڑے تو اللہ کو کوئی حاجت نہیں ہے کہ انسان اپنا کھانا پینا چھوڑے۔ روزہ نام ہے کھانے پینے سے روزہ، آنکھ کا روزہ، کان کا روزہ، زبان کا روزہ، شہوت اور خواہشات کا روزہ۔ اگر انسان اپنی خواہشات پر کنٹرول نہ کرے تو روزہ کی روح کہاں باقی رہ جاتی ہے اور ایسے روزہ کے ثواب کی کیا امید کی جائے۔

کھانے پینے اور پکوان میں اسراف: [إِنَّ الْمُبَدِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا] (اسراء: ۲۷) فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکر ہے۔ [فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ إِنَّهُمْ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنََّّهُمْ مُّهْتَدُونَ، يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ] [بعض لوگوں کو اللہ نے ہدایت دی ہے اور بعض پر گمراہی ثابت ہوگئی ہے۔ کیونکہ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیاطین کو اپنا دوست بنا لیا ہے اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم سیدھی راہ پر ہیں۔

درس حدیث

روزہ کا مقصد

مولانا عبدالمعتین مدنی

واقفیت تو ہے مگر اس کے حصول کے لیے کوشاں نہیں تو رمضان سے پہلے اور رمضان کے بعد ان کے عادات و معمولات میں کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ بحالت روزہ بھی ان کے معمولات وہی ہوتے ہیں جو دوسرے دنوں میں ہوتے ہیں، ہاں وہ طعام و شراب..... سے سحر تا افطار پر ہیز تو کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اس کے بغیر رسم روزہ ادا کیسے ہو؟ مگر گالی گلوں، لڑائی جھگڑا، غیبت و چغلی، جھوٹ و فریب، حسد و کینہ جیسے رذائل سے اپنے آپ کو نہیں بچاتے، گویا ان کا پیٹ تو روزہ رہتا ہے مگر زبان، آنکھ، کان، دل، ہاتھ، پیر روزہ سے نہیں ہوتے، اور اب تو ایسے روزہ دار بکثرت ہیں جو بحالت روزہ نماز بھی نہیں پڑھتے جب کہ نماز کے بغیر ایک مسلمان مسلمان نہیں رہتا، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ معاصر مسلمانوں کے عمل میں یہ تضاد کیوں ہے؟

ایک طرف ایک عبادت کو وہ بڑے ذوق شوق سے انجام دیتا ہے اور اس کے لیے پورا دن بھوک پیاس کی تکلیف کو برداشت کرتا ہے، اور دوسری طرف وہ نماز جیسی مہتمم بالشان عبادت سے اسی روزہ کی حالت میں بھی غفلت برتتا ہے، ایک طرف روزہ کی حالت میں مباح کاموں (کھانے، پینے.....) سے اپنے آپ کو روک رکھتا ہے جب کہ یہ اس کی زندگی کی بنیادی ضرورتیں ہیں اور دوسری طرف

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: الصیام جنة، فإذا كان يوم صوم أحدكم فلا يرفث ولا يصخب فإن سابه أحد أو قاتله فليقل إنني صائم۔ (صحیح البخاری مع فتح الباری: ۸۸/۴)

صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: روزہ ایک ڈھال ہے اگر تم میں سے کسی کے روزہ کا دن ہو تو وہ گناہ کے کام اور بدگوئی نہ کرے اگر کوئی اسے گالی دے یا لڑائی کرے (تو اس کا بھی جواب دے کر اپنا روزہ خراب نہ کرے) تو وہ کہہ دے کہ میں روزہ ہوں۔

رحمت و غفران کا مہینہ رمضان المبارک عالم اسلام پر سایہ فگن ہے، عبادت و ریاضت میں انہماک زوروں پر ہے، مسجدیں آباد ہیں، روزے کا اہتمام کیا جا رہا ہے، زبانیں ذکر واذکار اور تلاوت قرآن سے تر ہیں یوں تو یہ عبادت و ریاضت کا مہینہ ہی ہے مگر اس ماہ کی سب سے نمایاں عبادت روزہ ہے جو اس امت پر بھی فرض ہے اور یہ امت اس عبادت کا اہتمام بھی بفضلہ تعالیٰ بہت کرتی ہے، لیکن افسوس ناک بات یہ ہے کہ یہ عظیم الشان عبادت آج بعض حضرات کے نزدیک محض ایک رسم بن گئی ہے، لیکن وہ روزے دار جو روزہ کے مقصد سے ناواقف ہیں یا ان کو

مرضی کے موافق ہوگا اسے ہی اپنائے گا تو وہ اس صورت میں اللہ کے احکام پر نہیں بلکہ اپنی مرضی پر چلنے والا ہوگا۔ قرآن کریم میں اللہ نے فرمایا: [فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ] (التقصص: ۵۰) پھر اگر یہ تیری نہ مانیں تو تو یقین کر لے یہ کہ صرف اپنی خواہش کی پیروی کر رہے ہیں۔

اسی لئے ایک مسلمان اس بات کا مکلف ہے کہ وہ اپنی مرضی کو بھی شریعت کا پابند بنائے تاکہ احکام شریعیہ کی تعمیل میں اس کا کوئی عمل دخل نہ رہ جائے۔ ایک صحیح حدیث میں وارد ہے: ”لا یومن أحدکم حتی یکون هواہ تبعاً لما جئت بہ“ (شرح السنۃ للبغوی: ۱ / ۲۰۱)، مشکاة المصابیح: ۱۶۷) تم میں کا کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائیں۔

اسی طرح روزہ دار کو یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ وہ روزہ کیوں رکھتا ہے؟ قرآن کریم میں اس بات کو واضح طور پر بیان کر دیا گیا [لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ] تاکہ روزہ دار روزہ رکھ کر تقویٰ کی زندگی کا عادی بن جائے، تقویٰ کی مختصر تشریح یہ ہے کہ خصال حمیدہ کو اختیار کرنا اور ذائل سے بچنا۔ اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ نے کئی احادیث میں اس بات کی وضاحت فرمادی کہ وہ روزہ کا مقصد محض بھوک و پیاس نہیں اور اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ روزہ کے نام پر بندوں کو بھوکا پیاسا رکھ کر اذیت دے بلکہ اس کا مقصد تہذیب و تربیت نفس ہے اور جو روزہ دار اس عظیم مقصد کو پیش نظر رکھ کر روزہ نہیں رہتا اس کا روزہ صرف بھوک و پیاس سے ہی عبارت

حرام کاموں (جھوٹ، غیبت، لڑائی، جھگڑا) سے وہ پرہیز نہیں کرتا جب کہ ان کی وجہ سے زندگی کا راحت و سکون چھن جاتا ہے شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ دار کو روزہ کا پہلا سبق ہی یاد نہ رہا کہ ہم روزہ کس کے لئے رکھتے ہیں، اور کیوں رکھتے ہیں؟ اگر روزہ دار ان دو پہلو پر غور کرے تو بتوفیق الہی یہ تضاد دور ہو جائے۔

جب روزہ دار اللہ کا تقرب اور اس کی رضا کو حاصل کرنے کے لیے روزہ رکھتا ہے تو اسی روزہ کی حالت میں حرام کاموں (ترک نماز، جھوٹ، غیبت، حسد.....) کا ارتکاب کر کے اپنے روزے کو خراب کیوں کرتا ہے۔ کیا مباح چیزوں سے پرہیز کر کے اور حرام کاموں کا ارتکاب کر کے اسے اللہ کا تقرب حاصل ہو سکتا ہے، ہرگز نہیں بلکہ اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے مباح چیزوں سے پہلے حرام کاموں سے دامن کو بچانا ہوگا، اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے ان کی مثال اس شخص کی ہے جو نفل نمازوں کا تو اہتمام کرتا ہے مگر فرض نمازوں سے غفلت برتتا ہے۔

اللہ کے تقرب کا سب سے بڑا ذریعہ نماز ہے، بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ مقرب سجدہ کی حالت میں رہتا ہے، اسی طرح اللہ کے تقرب کا ایک اہم ذریعہ یہ بھی ہے کہ اس کے حدود پر قائم رہا جائے، تجاوز نہ کیا جائے، محرمات کا ارتکاب حدود اللہ کی خلاف ورزی ہے، اللہ کے حدود کو توڑ کر اس کی رضا و قربت حاصل نہیں کی جاسکتی۔

جب ایک روزہ دار اللہ کی خاطر روزہ رکھتا ہے تو اس اللہ کے جو بھی احکام ہیں انہیں اختیار کرنا ہوگا، اگر وہ ان احکام پر اپنی مرضی کے مطابق عمل کرے گا اور جو حکم اس کی

ہیں کہ ایک روزہ دار کے لئے حرام باتوں اور حرام کاموں سے اپنے آپ کی حفاظت کتنی ضروری ہے اس لئے کہ اس کے بغیر نہ روزہ دراصل روزہ ہوگا اور نہ ہی روزہ کا وہ مقصد حاصل ہوگا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس عظیم عبادت کو فرض کیا ہے بلکہ یہ مقصد تو اس وقت حاصل ہوگا جب روزہ دار اپنے آپ کو بحالت روزہ شریعت کے تمام احکام کا پابند بنائے، اور وہ اس بات کی عادت ڈالے کہ سال کے دوسرے دنوں میں یہ پابندی قائم رہے، اور وہ یہ سمجھے کہ روزہ صرف پیٹ کا نہیں ہے بلکہ پورے سراپا کا ہے، صرف کھانے پینے کا نہیں ہے بلکہ تمام محرمات کا ہے۔



ہے اور یہ اللہ کا مقصود نہیں۔ اس مضمون کے شروع میں جو حدیث ذکر کی گئی ہے اس میں نیز درج ذیل حدیثوں میں اسی لیے روزے کی حفاظت کی تاکید کی گئی، تاکہ اس کا مقصد حاصل ہو اور یہ محض بھوک و پیاس کا روزہ نہ رہ جائے۔

من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة أن يدع طعامه وشرابه. (صحیح البخاری مع فتح الباری: ۹۹/۴)

جو شخص حرام باتوں اور حرام کاموں سے بحالت روزہ اپنے آپ کو نہ بچائے تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کوئی حاجت نہیں کہ وہ (روزہ کے نام پر) کھانا پینا چھوڑ دے۔

ليس الصيام من الطعام والشراب وإنما الصيام من اللغو والرفث. مستدرک الحاکم (۱۰۵۷) حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

روزہ کھانے پینے سے پرہیز کا نام نہیں بلکہ (اصل) روزہ گناہ کے کاموں اور اس کی باتوں سے بچنے کا نام ہے۔ کم من صائم ليس من صيامه إلا الظمأ دارمی (۲۷۲۰) اس کی سند حسن ہے۔

کتنے روزے دار ایسے ہیں جن کو ان کے روزے سے بجز پیاس کے کچھ حاصل نہیں۔

الصيام جنة ما لم يخرقها قيل: بم يخرقها؟ قال: بكذب أو غيبة سنن النسائي (۲۳۳۵) اس کی سند حسن ہے۔ روزہ ایک ڈھال ہے جب تک (روزہ دار) اس میں شگاف نہ کرے، پوچھا گیا اس میں کس سے شگاف کرے گا، آپ ﷺ نے فرمایا: جھوٹ اور غیبت کے ذریعہ۔

ان تمام احادیث سے ہم اس بات کا اندازہ لگا سکتے

ایک دانش ور نے اپنے بیٹے سے کہا:

يا بني تعلم حسن الاستماع كما

تتعلم حسن الحديث.

اے بیٹے! جس طرح تو حسن گفتار سیکھ رہا ہے

اسی طرح بہتر انداز سے کسی کی بات

سننے کا سلیقہ سیکھ۔

افتتاحیہ

..... اٹھ کہ اب ماہ صیام آیا

مدیر

ماہ صیام امت محمدیہ کے لیے اللہ کی طرف سے ایک عظیم تحفہ ہے۔ جس طرح شب قدر تمام راتوں میں سب سے افضل اور یوم جمعہ سید الایام ہے اسی طرح مہینوں میں سب سے افضل ماہ صیام ہے۔ اللہ رب العالمین کی عنایت خاص ہے کہ اس نے امت محمدیہ کے قلوب و اذہان کی تربیت اور تزکیہ کے لیے ایمان جیسی بیش بہا نعمت سے سرفراز کیا اور جسمانی تربیت کے لیے روزہ جیسی عظیم عبادت فرض کی۔ روزہ قلب و ذہن کی تطہیر کے ساتھ دل میں خوف الہی اور تقویٰ پیدا کرنے، نفس کو مہذب بنانے اور روح کو صیقل اور منزه کرنے کا اہم ذریعہ ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اسے صرف ہمارے اوپر ہی فرض نہیں کیا بلکہ سابقہ تمام قوموں اور ملتوں پر بھی فرض کیا گیا تھا۔ [يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ] (البقرہ: ۱۸۳) اے ایمان والو تمہارے اوپر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلی امتوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم متقی اور پرہیزگار بن جاؤ۔

روزوں کی فرضیت کے بارے میں پچھلی امتوں کا حوالہ امت محمدیہ کے لیے یسرت و سہولت اور شفقت و مروت اور اس کی منزلت و مرتبت کے پیش نظر دیا گیا ہے تاکہ وہ اسے بوجھ محسوس نہ کرے، کیونکہ انسانی فکر کا خاصہ ہے کہ وہ ان اعمال کو انجام دینے کے لیے مستعد اور ہمہ وقت تیار رہتا ہے جن کے بارے میں اسے فوائد و ثمرات اور برکتوں سے واقفیت ہوتی ہے۔ ماہ صیام کے بارے میں ہمارا تجربہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ خاص عنایت اور کرم کرتا ہے اور دیگر ایام کے مقابلہ میں خاص رحمتوں اور بخششوں سے نوازتا ہے۔

خالص عبادت الہی ہونے کے ساتھ روزہ میں نفس کو قابو اور کنٹرول میں رکھنے کا زبردست داعیہ موجود ہے۔ نفسانی خواہشات ہی ساری برائیوں کی جڑ اور ساری خرابیوں کا سرچشمہ ہیں، جن کو قابو میں رکھنا روزہ کی فرضیت کا اصلی مقصد ہے۔

روزہ میں دینی اور دنیاوی فوائد مضمّن ہیں۔ اس بارے میں کئی پہلوؤں پر گفتگو کی بھی جاسکتی ہے۔ تاہم یہ پہلو یقیناً قابل غور ہے کہ روزہ دار کھانے پینے اور بیوی کے پاس جانے سے مکمل طور پر پرہیز کرتا ہے۔ یعنی روزہ دار کے پاس حلال کمائی سے حاصل کی گئی حلال خوراک موجود ہوتی ہے۔ جائز طریقہ سے حاصل کیا ہوا پانی موجود ہوتا ہے۔ صحیح طریقے سے نکاح میں لائی ہوئی بیوی موجود ہوتی ہے اور اس سے مقاربت و مباشرت کے سارے مواقع میسر ہوتے ہیں، مگر وہ بھوک کے باوجود کھانا نہیں کھاتا۔ پیاس کے باوجود پانی نہیں پیتا اور خواہش کے باوجود بیوی سے قریب نہیں ہوتا۔ حالانکہ وہ یہ پابندی نہ کسی مجبوری

کی بنا پر اختیار کرتا ہے، نہ دنیاوی فائدہ کے حصول کے لیے کرتا ہے، بلکہ اس پابندی کو اختیار کر کے اسے کچھ نہ کچھ دنیاوی فائدے کی قربانی ہی دینی پڑتی ہے۔ پھر وہ یہ پابندی اختیار کیوں کرتا ہے؟ ظاہر ہے کہ محض اللہ کی رضا اور خوش نودی حاصل کرنے کے لیے کرتا ہے۔ اس کا تقرب حاصل کرنے کے لیے کرتا ہے۔ گویا وہ زبان حال سے اس بات کا اقرار اور عہد کرتا ہے اور عمل سے اس کا ثبوت دیتا ہے کہ: اللہ کی رضا اس میں ہے کہ میں اپنی حلال کمائی بھی نہ کھاؤں، نہ پیوں اور اپنی جائز اور منکوہ بیوی کے پاس بھی نہ جاؤں تو میں ایسا کرنے کے لیے صرف اس لیے تیار ہوں کہ میں اللہ کی رضا کا طالب ہوں۔ اس کی خوش نودی کا متلاشی ہوں۔

اس مبارک مہینہ کی آمد پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں کو جنت کے دروازوں کو کھلنے اور جہنم کے دروازوں کو بند کرنے کی نوید (بشارت) دی جاتی ہے۔ اہل ایمان اس کی آمد کا بصد شوق انتظار کرتے ہیں۔ اس کی آمد پر ان کے دل خیر اور بھلائی کے ولولوں سے لبریز ہو جاتے ہیں اور اپنے نفس کو مشقتوں پر صبر اور برداشت کرنے کا خوگر بناتے ہیں کیونکہ بخوبی جانتے ہیں کہ اس دنیا میں لذتوں سے بچنا ہی اخروی لذتوں کے حصول کا سبب ہے۔ اس کے بالمقابل کچھ لوگ ماہ رمضان کی آمد کو بوجھ سمجھتے ہیں۔ ان کے ماتھے پر عبوس و ناگواری کی لکیریں نظر آنے لگتی ہیں اور بڑی بے صبری سے ماہ مقدس کے جانے کا انتظار کرتے ہیں اور اس بابرکت اور مقدس مہینہ کو لہو و لعب، فسق و فجور، عصیان و طغیان، برائی اور بے حیائی، غفلت اور بے پروائی میں گزار دیتے ہیں اور اس مبارک مہینہ کی رحمتوں اور برکتوں کو ڈھونڈھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ کتنے مسلمان ہیں جو روزہ نہیں رکھتے اور اس سے بچنے کے لیے طرح طرح کے حیلے اور بہانے ڈھونڈھتے ہیں۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو رمضان کا مہینہ دور دراز کے عزیزوں اور رشتہ داروں سے ملنے کے لیے مخصوص کر لیتے ہیں اور رمضان میں مسافر بن کر سارا مہینہ اسی سفر میں بغیر روزہ کے گزار دیتے ہیں۔ اگر کوئی پوچھ بیٹھتا ہے تو سفر کا عذر پیش کر دیتے ہیں۔ دنیا میں انسانوں کو دھوکہ دینے کے لیے بیماری اور سفر کے بہانے کام آجائیں گے، مگر حکم الحاکمین، سینوں کے مخفی رازوں کا جاننے والا ظاہر و باطن اور دل و زبان کی حالتوں سے آگاہ ہے۔ اس کے سامنے کیا جواب دیں گے؟ بڑے بڑے شہروں میں جہاں مختلف قسم کے کارخانے اور ملیں ہیں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ہزاروں نوجوان ایسے ملیں گے جو روزہ نہیں رکھتے اور روزہ رکھنے والوں کے ساتھ تمسخر اور مخول کرتے ہیں۔ ایک وہ لوگ تھے کہ سفر میں جہاد کے موقع پر نبی ﷺ کے افطار کر دینے اور افطار کی رخصت و اجازت ملنے کے بعد بھی روزہ چھوڑنے میں تردد کرتے تھے۔ اسلامی شعائر اور دینی فرائض سے محبت اور شیفنگی اور بعد و نفرت کے دونوں دور پر نظر ڈالیں کہ کس قدر عبرت خیز اور خون کے آنسو لانے والا ہے؟ اللہ تعالیٰ امت محمدیہ پر رحم فرمائے اور اس کے جیالوں میں اسلام کی حقیقی اسپرٹ ودیعت کرے۔

ہلال رمضان کے بعد.....

مطبع اللہ سلفی

دارالعلوم ششہنیاں الیدہ پور، سدھارتھ نگر

بہت سے غفلت زدہ انسان جن کے دل علماء کے پند و نصائح سے متاثر نہیں ہوتے وہ بھی ہلال رمضان دیکھتے ہی بارگاہ الہی میں سر بسجود ہونے کے لیے آجاتے ہیں۔ مگر رمضان المبارک کے جاتے ہی ایسے لوگوں سے مسجدیں خالی ہو جاتی ہیں۔ یہ صورت حال کسی ایک جگہ کے لیے خاص نہیں ہے ہر قریب، ہر قصبہ اور ہر شہر میں یہ دردناک نظارہ دیکھا جاسکتا ہے۔

رمضان کی کشش جنہیں کھینچ کر لاتی ہے، یہ لوگ صلاۃ عید سے فراغت کے بعد سابقہ زندگی کی طرف کیوں عود کر جاتے ہیں؟ جس مقدس روزے کی حکمت و مصلحت بندے کے اندر خشیت الہی اور تقویٰ پیدا کرنا ہوتا ہے، روزہ رکھنے کے بعد وہ حکمت و مصلحت کیوں نہیں پوری ہوتی ہے؟ اللہ نے روزہ کی فرضیت سے بندے میں تقویٰ و طہارت اور خوف و خشیت کے جس جوہر کے پیدا ہونے کی امید دلائی ہے وہ پیدا ہوتا نظر نہیں آتا ہے، آخر ماجرا کیا ہے؟ وجہ کیا ہے؟

اعمال کی جڑ اعتقادات ہیں۔ اعتقادات کے چشموں ہی سے اعمال کی لہریں پھوٹی ہیں۔ خیرات و حسنات کے گلزار اگتے ہیں۔ عقائد اعمال پر مقدم ہیں۔ آدمی پہلے کس چیز پر اعتقاد کرتا ہے، پھر اس اعتقاد کے تحت عمل کرنے کی

ان شاء اللہ ۶ مئی ۲۰۱۹ء سے خیر و برکت کا ماہ رمضان المبارک ہمارے اوپر سایہ فگن ہونے والا ہے، جس مبارک ماہ میں سرکش شیاطین مقید کر دیئے جاتے ہیں، مغفرت ربانی اور رضوان الہی کی بارش ہونے لگتی ہے، نوافل پر فرائض کا اجر و ثواب مترتب ہونے لگتا ہے۔ ذکر و تلاوت اور شب بیداری بالخصوص قدر کی راتیں اپنے دامن میں اللہ رب ذوالجلال کے لطف و کرم کے لاتعداد ہیرے اور جواہرات سمیٹے ہوئے ہیں۔ بڑے ہی بدنصیب ہیں وہ لوگ جو اس ماہ کی کوئی قدر اور اس ماہ کے فضائل و برکات سے اپنے کو محروم کئے ہوئے ہیں اور نہایت ہی خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو اللہ رب العزت نے اس ماہ کے فضائل و برکات سے اپنے دامن کو بھرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ اس ماہ کے شروع ہونے سے قبل واعظین اور خطباء، رسائل اور اخبارات بڑی کثرت کے ساتھ اس کے فضائل و احکام کی اشاعت کرتے ہیں۔ فرضیت صوم کی حکمت اور اس کے دینی اور دنیوی فوائد و اغراض و مقاصد زیادہ سے زیادہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اور رمضان المبارک کا تو پورا ماہ اسی طرح کے وعظ و تذکیر پر ختم ہوتا ہے مگر ہلال عید کے بعد یہ بزم اجڑ جاتی ہے۔ ذکر و تسبیح کے یہ زمزمے، وعظ و تذکیر کی ہماہمی اور وظائف کی گرمی اور نوافل کی محفل سرد پڑ جاتی ہے۔

و کردار کی ساری کمزوریاں ایک ایک کر کے مسلمانوں کے اندر پیوست ہو گئیں، جس کی واحد وجہ یہ ہے کہ اعتقادات کی بنیادیں مستحکم نہیں، عقائد کی جڑیں مضبوط نہیں، وہ سرچشمہ ہی خشک ہے، جس سے عمل کی نہریں پھوٹی ہیں۔ توحید پر اعتقاد، نبوت پر اعتقاد، جنت و جہنم پر اعتقاد، عذاب قبر پر یقین، اعمال کی جزا و سزا پر اعتقاد ہر مسلمان کے دل میں ہے لیکن یہ اعتقادات راسخ نہیں۔ اعتقادات کی جڑیں مضبوط نہیں، مستحکم نہیں، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اعمال میں جو پختگی ہونی چاہئے وہ پختگی نہیں۔ رب کی ربوبیت پر یقین ہو، پیغمبر علیہ السلام کی نبوت پر ایمان ہو، عذاب قبر و عذاب جہنم پر اعتقاد ہو۔ اعمال شر کے پاداش کا اعتقاد ہو پھر بھی قانون الہی سے بغاوت کرے۔ یہ ایک غیر ممکن سی بات ہے۔ لامذہبیت کا یہ طوفان عقائد کی رہی سہی نشانیوں کو بڑی تیزی کے ساتھ مٹاتا چلا جا رہا ہے۔ باطل نظریات، باطل خیالات دل و دماغ کو مسموم کرتے چلے جا رہے ہیں۔ باطل کی اس یورش سے اسلامی ذہن و فکر کی جو ہلکی پرچھائیں موجود تھیں وہ بھی ختم ہوتی نظر آ رہی ہیں۔ اگر لیل و نہار کی گردش ایسی ہی رہی، رات و دن کا چکر یوں ہی چلتا رہا تو عنقریب یہ ٹمٹاتے ہوئے چراغ بھی بجھ جائیں گے۔ ملت کے اس نازک دور میں اگر حالمین شریعت اٹھ کھڑے نہیں ہوئے، ہر مرد مومن اگر کمر بستہ ہو کر اس سیلاب کو روکنے کے لیے نہ نکل پڑا تو جلد یہ کشتی ڈوب کر رہے گی۔ علماء پران کے منصب کے مطابق ذمہ داریاں ہیں۔ ملت اسلامیہ کا کوئی بھی فرد غیر ذمہ دار نہیں۔ ہر ایک کو ذمہ دار و مسئول ٹھہرایا گیا ہے اور قیامت کے دن ہر ایک سے سوال ہوگا کہ دین کی جو ذمہ داری سونپی گئی تھی اسے کہاں تک انجام دیا۔

کوشش کرتا ہے۔ اعتقاد جس قدر پختہ ہوگا اسی قدر اس کو عمل میں لانے کی انسان کوشش کرے گا اور اعتقاد جتنا ہی کمزور ہوگا اس کو عمل میں لانے کی کوشش بھی اتنی ہی کمزور ہوگی۔

نبی کریم ﷺ کی مکی زندگی کا بیشتر حصہ اور مکی آیات کا زیادہ تر زور عقائد کی اصلاح پر رہا۔ عہد رسالت میں فکر و اعتقاد کی جس گمراہی کے دلدل میں انسان پھنسا ہوا تھا، پیغمبر کا پہلا کام یہ تھا کہ عقائد باطلہ کی جڑیں کاٹیں اور صحیح اعتقادات اور سچے عقائد کی بنیاد استوار کریں۔ اور جب عقائد کی بنیاد مستحکم ہوگئی تو اعمال کی طرف توجہ کی گئی، نتیجہ یہ ہوا کہ بڑی آسانی سے یہ منزل طے ہوگئی۔ عرب جاہلیت کی زندگی پڑھئے اور پھر دیکھئے چند ہی برسوں میں کس طرح ان کی کایا پلٹ گئی۔ قبل از اسلام اور بعد از اسلام دونوں زمانوں کی تصویریں سامنے رکھ کر دیکھئے تو بڑی مشکل سے پہچان سکیں گے کہ اب جن کو رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کی خوشخبری سنائی جا رہی ہے یہ وہی عرب جاہلیت ہیں، جب عقائد کی جڑیں مضبوط ہو گئیں تو اعمال کی ایسی شیریں نہریں جاری ہوئیں کہ حق و صداقت سے محروم دنیا نے ان سے اپنی تشنگی دور کی، ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں بھٹکنے والی دنیا کے لیے یہی لوگ مشعل راہ اور منارہ ہدایت بن گئے۔

بات قدرے طویل ہوگئی، جاننا یہ تھا کہ آخر ہوا کے جھونکوں کے ساتھ مسلمان کا کسی دینی کام کے لیے جمع ہو جانا اور معمولی سے جھونکے سے خس و خاشاک کی طرح اڑ جانا، ہلکی سی ترغیب و ترہیب پر آمادہ عمل ہو جانا اور پھر چند منٹ کی خاموشی پر عمل سے کنارہ کشی اختیار کر لینا کوئی ثبات نہیں، عزم راسخ نہیں، استقلال و استحکام نہیں، قدم قدم پر، موڑ موڑ پر لغزش ہے، لرزش ہے، ریب ہے، تذبذب ہے۔ عمل

ماہ روکنے کی حکمت و مصلحت یہی کہ تقویٰ الہی پیدا ہو۔ زندگی کی خاردار منزل میں دامن سمیٹ کر بندہ نکل جائے۔ حکم الہی کے ماتحت حلال اشیاء کا ترک کر دینے والا بندہ بھلا کب جرأت کرے گا کہ ان محرمات کا ارتکاب کرے، جس کے ارتکاب سے بندے کو اللہ نے ہمیشہ کے لیے روک رکھا ہے۔ تقویٰ پیدا کرنا، متقی بنانا ہی روزہ کی حکمت و مصلحت ہے لیکن وہ دردناک نظارہ پچھلی سطور میں جس کا ذکر کیا گیا ہے آخر کیوں دیکھنے میں آ رہا ہے کہ مسلمانوں کی کثیر تعداد جو ہلال رمضان دیکھ کر مساجد میں جمع ہو جاتی ہے، ہلال عید نظر آتے ہی مسجدوں سے کیوں الگ ہو جاتی ہے؟

مسلمانوں میں جو دینی مفساد پیدا ہو گئے ہیں ان میں ایک بہت بڑا مفسدہ یہ بھی ہے کہ ملت کا ہر فرد اپنے کو تبلیغ دین کا ذمہ دار نہیں سمجھ رہا ہے۔ یہ ذمہ داری صرف علماء کی سمجھی جا رہی ہے کہ احکام دین کی نشر و اشاعت اور اومرونو الہی کی تذکیر و تبلیغ فقط علماء کا کام ہے۔ حالاں کہ مسلمان تاجر، مسلمان کاشتکار، مسلمان حاکم، مسلمان محکوم، مسلمان خادم، مسلمان مخدوم، مسلمان آقا، مسلمان نوکر، مسلمان خلیفہ، مسلمان چوکیدار، نوجوان اور بوڑھے مرد اور عورتیں ملت کا ہر فرد تبلیغ دین کا مکلف ہے۔ ملت کے ہر فرد نے اس ذمہ داری کو اگر صحیح طور پر انجام دیا ہوتا تو نقشہ اور ہی نظر آتا۔

ہمارے وہ بھائی جو ہلال رمضان دیکھ کر مسجدوں میں آتے ہیں اور عید کا چاند دیکھتے ہی نکل جاتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان کو خلق محمدی کی روشنی میں موعظت حسنہ کے ساتھ دین کے سمجھانے کی کوشش کی جائے۔



”بلغوا عنی ولو آیة“ (الحدیث) اگر کسی کو ایک ہی مسئلہ معلوم ہو تو اس پر اس کا پہنچانا فرض ہے۔

قرآن مقدس نے فرضیت صوم کی حکمت ذیل کی آیت میں بیان کی ہے:

[يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ] (البقرة: ۱۸۳) ”اے ایمان والو! جس طرح تم سے پہلے اور امتوں پر روزہ فرض تھا اسی طرح تم پر فرض کیا گیا ہے، ممکن ہے تم متقی بن جاؤ۔“

احتیاط اور اجتناب کا نام تقویٰ ہے۔ تقویٰ کی مزید تشریح کے لیے ابو موسیٰ اشعری اور عمر فاروق کا بیان بھی سامنے رکھ لیجئے۔ حضرت عمر نے ابو موسیٰ اشعری سے کہا: تقویٰ کی تعریف کرو، تقویٰ کسے کہتے ہیں؟ ابو موسیٰ اشعری نے کہا: ”أما سلکت ذاشوک“ کیا آپ کسی خاردار راستے سے نہیں گزرے ہیں؟ کہا ضرور، کہا آپ نے کیا طریقہ اختیار کیا ہے؟ فرمایا: ”شموت واجتهدت“ میں نے دامن سمیٹ لیا اور تیزی سے گزر گیا۔ ابو موسیٰ اشعری نے کہا بس یہی تقویٰ ہے۔ اس توضیح سے یہ بات واضح ہو گئی کہ تقویٰ کسے کہتے ہیں۔ جو تقویٰ کہ روزہ کا مقصود و مطلوب ہے۔ ہزاروں نعمتیں جو رمضان سے پہلے بندے کے لی حلال و طیب تھیں اور رمضان کے بعد بھی یہ نعمتیں بندے کے لیے حلال و طیب ہیں، لیکن اللہ رب العالمین نے رمضان شروع ہوتے ہی پابندیوں کا ایک حصار ڈال دیا کہ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک اس حصار سے قدم باہر مت رکھو۔ مرد مومن کے لیے حرام چیزیں ہمیشہ حرام، ہر دن حرام، ہر ماہ حرام ہیں مگر حلال و طیب اشیاء ایک

روزہ کے جدید طبی مسائل

مقبول احمد سلفی

اسلامک دعوت سنٹر - طائف

مقابلے میں زیادہ محتاط، چاق و چوبند، دینی غیرت و حمیت سے لبریز، اجر و ثواب کے حصول کی خواہاں، نیکی کی طرف سبقت کرنے والی اور اللہ کی خوشنودی کے لئے دن میں روزہ رکھنے والی اور راتوں کو قیام اللیل سے منور کرنے والی نظر آتی ہے۔

جب سائنس و ٹکنالوجی نے زمانے کو نئی ترقیات اور برقی ایجادات و اکتشافات سے متعارف کرایا تو مسلمانوں کو ان کے متعلق شرعی حیثیت جاننے کی ضرورت پڑی۔ اس مختصر مضمون میں طب سے متعلق جدید مسائل کا شرعی موقف بیان کیا گیا ہے جن سے ایک مسلمان کو خصوصاً مریض کو دوچار ہونا پڑتا ہے۔

(۱) مسواک اور ٹوتھ برش و بیسٹ:

روزہ دار کے لئے رات و دن کے کسی حصے میں مسواک کرنا سنت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

”السواک مطهرة للفم مرضاة للرب“ (رواہ

البخاری، باب سواک الرب والیابس للصائم)

ترجمہ: مسواک سے منہ صاف ہوتا ہے اور اللہ کی

رضامندی حاصل ہوتی ہے۔

شیخ ابن عثیمین فرماتے ہیں کہ اگر مسواک کا مزہ اور اثر تھوک میں آجائے تو روزہ دار کو چاہئے کہ تھوک اور ذائقہ نہ

نگلے۔ (فتاوی الصیام)

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اس میں انسانوں کی ہر قسم کی رہنمائی موجود ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی زندگی دیگر قوموں کے مقابلے میں بہتر اور واضح ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ جب کسی مسلمان کو شعبہ حیات سے متعلق کوئی مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو اس کا حل قرآن و حدیث میں مل جاتا ہے۔ آج زمانہ کافی ترقی کر گیا ہے، آج سے محض پچاس سال پہلے بہت ساری چیزیں ناپید تھیں مگر سائنس و ٹکنالوجی کی ترقی نے انسانوں کو بے شمار دریافت سے متعارف کیا، زندگی کے مختلف شعبہ جات میں آسانیاں فراہم کی، علاج و معالجہ کے نئے نئے دروازے کھولے۔ بہت سارے امراض جو کل تک لاعلاج سمجھے جاتے تھے یا ان کا علاج مشکل ترین مراحل سے گزر کر کامیاب ہوا کرتا تھا آج ان میں بڑی سہولت اور ترقی آگئی ہے۔ اسلام سائنس و ترقی کے مخالف نہیں ہے، وہ جدید وسائل کو اختیار کرنے کی اجازت دیتا ہے جو شرعاً اسلام سے متصادم نہ ہوں۔ علاج کے معاملے میں حرام چیزوں سے معالجہ کرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر معالجہ حرام شی کی ملاوٹ سے پاک ہو تو ہر قسم کے وسائل و ادویہ کا استعمال جائز ہے۔

رمضان المبارک کا مہینہ مسلمانوں کے لئے انتہائی

پر مسرت اور بے پناہ فیوض و برکات کا حامل ہے، اس وجہ سے

اس ماہ مبارک میں مسلم قوم دینی اعتبار سے دیگر تمام مہینوں کے

(۳) بے ہوشی (Anaesthesia):

کبھی کبھی انسان پر بے ہوشی کے حالات طاری ہوتے ہیں اس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں مثلاً کسی حادثے میں شکار ہو کر بے ہوش ہو جائے یا علاج کی غرض سے بے ہوش کیا جائے۔ اس سے متعلق احکام مندرجہ ذیل ہیں۔

☆ ناک میں گیس سونگھا کر یا چینی طریقے سے حساس مقام پر سوئی چھو کر بعض حصے کو بے ہوش کرنا ناقض روزہ نہیں ہے۔

☆ مریض کی رگ میں سرلیج العمل انجکشن لگا کر مخصوص مدت کے لئے عقل کو ماؤف کرنا بھی ناقض روزہ نہیں ہے۔

☆ مریض نے بے ہوشی سے پہلے روزہ کی نیت کر لی اور پھر بے ہوش ہوا اور غروب شمس سے پہلے افاقہ ہو گیا تو اس کا روزہ صحیح ہے مگر غروب آفتاب کے بعد افاقہ ہونے پر روزہ نہیں درست ہوگا۔ اس لئے ایسے روزہ کے متعلق بہتری اسی میں ہے کہ اس کی قضا کر لی جائے۔

☆ بے ہوشی اگر لمبی مدت مہینہ دو مہینہ والی ہو تو اسے جنون پر قیاس کیا جائے گا اور فرض روزے چھوٹ جانے پر اس کی قضا کا مکلف نہیں ٹھہرایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی طاقت سے باہر کا مکلف نہیں بنایا ہے۔

(۴) پچھنا، نشتر اور نکسیر کا حکم:

پچھنا کے سلسلہ میں دو طرح کی احادیث وارد ہیں بعض روایات میں ذکر ہے کہ پچھنا لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جب کہ دوسری روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے بحالت روزہ پچھنا لگوا یا (صحیح بخاری: ۱۸۳۵) اور دوسروں کے لئے بیہوشی لگانے کی رخصت بھی دی۔ (دارقطنی: ۲۲۴۶، بیہقی: ۴)

البتہ ٹوٹھ برش اور پیسٹ کا استعمال کرتے وقت ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ پیسٹ قوی الاثر ہے یا غیر قوی الاثر، کیونکہ بازار میں موجود پیسٹ دونوں طرح کے ہیں۔

☆ اگر پیسٹ قوی الاثر ہو یعنی اس کا اثر معدہ تک پہنچتا ہو تو ایسا پیسٹ استعمال نہ کیا جائے۔

☆ اور اگر پیسٹ کا اثر معدہ تک نہیں پہنچتا ہو صرف حلق تک محدود رہتا ہو تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔

(۲) قطرات کا استعمال (Drops):

ضرورت: ضرورت کے تحت آنکھ اور کان میں قطرات

(Drops) ڈالنا کوئی حرج کی بات نہیں، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ جو قطرات آنکھ یا کان میں ڈالے جاتے ہیں ان کا اثر معدہ تک نہیں پہنچتا۔ اگر بالفرض یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ قطرات معدے میں حلول کرتے ہیں تو دو تین بوند کا اثر آنکھ سے بہہ کر یا کان سے ٹپک کر معدہ تک کس مقدار میں جائے گا؟۔ ظاہری بات ہے وہ معمولی سی مقدار ہوگی اور اس مقدار کا اثر روزہ کے لئے کسی طرح کے نقصان کا باعث نہیں ہے۔

آنکھ اور کان کے متعلق عرب کے مشائخ حضرات بھی اس کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں لیکن ناک کے متعلق عدم جواز کا فتویٰ ہے۔ اس کی بنیاد یہ حدیث ہے ”وبالغ فی الاستنشاق إلا أن تكون صائمًا“ (صحیح ابی داؤد: ۱۴۲) روزے کی حالت میں وضو کرتے وقت ناک میں مبالغہ کے ساتھ پانی مت ڈالو۔

بعض اہل علم جواز کا بھی فتویٰ دیتے ہیں تاہم احتیاطاً ان تمام قسم کے قطرات کو رات تک مؤخر کر لیا جائے تو اولیٰ اور افضل ہے۔

(۲۶۴، اس کی سند حسن ہے)

بعض علماء نے روزہ ٹوٹنے والی روایات کو منسوخ مانا ہے اور آپ ﷺ کے عمل یا امت کو رخصت دینے والی روایات کو نسخ مانا ہے۔ اس لئے روزہ کی حالت میں حجامت کرنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ البتہ اکثر و بیشتر اہل علم کی نظر میں سیگی ناقض روزہ ہے لہذا اختلاف سے بچنے کے لئے میں یہ مشورہ دوں گا کہ اس عمل کو رات تک مؤخر کر لے۔

(۵) جسم کے اندرونی حصے میں آلات یا

پائپ داخل کرنا:

مریض کو علاج کی غرض سے کبھی معدے میں یا ضرورتاً کبھی مقعد میں یا صنف نازک کے اگلے اور پچھلے راستے میں آلات یا پائپ وغیرہ داخل کئے جاتے ہیں تاکہ اندرونی حصے کا چیک اپ کیا جائے۔ اس کی مختلف شکلیں اور طریقے ہیں۔ ان حالات میں غور طلب امر یہ ہے کہ اگر اوزار یا آلات کے استعمال میں غذائی مواد ہو تو روزہ فاسد شمار ہوگا، اور یونہی بغرض معائنہ یا علاج کی خاطر غیر غذائی مواد کا استعمال ہو تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ دراصل یہ عمل انجکشن کے مشابہ ہے اور اسی طرح کے احکام بھی لاگو ہوں گے۔

(۶) ٹیکہ لگانا (Injection):

☆ ٹیکہ چاہے جلد میں لگے، چاہے گوشت میں لگے یا پھر بعض میں لگے۔ اگر ان ٹیکوں میں غذائی مواد نہیں تو روزہ درست ہے ورنہ روزہ فاسد ہوگا۔

☆ شوگر کے مریض کا ٹیکہ لگانا بھی جواز کے قبیل سے ہے۔

☆ شریان میں مستقل لگی رہنے والی سویوں کا بھی یہی

حکم ہے۔

(۷) گردوں کی صفائی (Dialysis):

گردوں کے مریض کو ڈائیالیوس کیا جاتا ہے اور اس کے مختلف طریقے ہیں مگر جتنے بھی طریقے رائج ہیں ان میں غذائی ادویہ کا استعمال ہوتا ہے اس لئے شرعی نقطہ نظر سے ڈائیالیوس کا عمل ناقض روزہ ہے۔ اگر بغیر غذائی ادویہ کے علاج ممکن ہو تو پھر روزہ درست ہوگا۔

(۸) خون کا عطیہ (Blood Donation):

ضرورت پڑنے پر روزہ دار اپنا خون چیک اپ کر سکتا ہے اور کسی دوسرے مریض کو اپنا خون نکال کر عطیہ بھی کر سکتا ہے۔ یہ عمل روزہ پر اثر انداز نہیں ہوتا، یہی شیخ ابن بازؒ کی بھی رائے ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ ابن باز: ۱۵/۲۷۴)

(۹) ٹکیوں کا استعمال (Tablets):

دل کی بعض بیماریوں کے لئے اطباء ٹکیوں کا نسخہ دیتے ہیں، یہ ٹکیاں زبان کے نیچے رکھی جاتی ہیں اور فوراً منہ میں تحلیل ہو جاتی ہیں، ایسا کرنے سے مریض کو راحت محسوس ہوتی ہے۔ ایسے مریض سے متعلق شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ ایسے ٹکیوں کے بارے میں کیا حکم ہے جسے دل کے مریض زبان کے نیچے رکھتے ہیں، وہ روزہ بھی ڈاکٹر کے مشورہ سے رکھتے ہیں لیکن بسا اوقات افطار سے چند منٹ پہلے دل میں درد شروع ہو جاتا ہے تو اپنی زبان کے نیچے رکھ لیتے ہیں تاکہ آرام مل جائے؟

شیخ نے جواب دیا: زبان کے نیچے ٹکئے کا استعمال کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس لئے کہ عدا اس کا ذائقہ حلق کے نیچے اترتا ہے۔ (الفتاویٰ الشرعية علی المشکل من المسائل الطبية، ص: ۵۴-۵۵)

کر سکتا ہے کیوں کہ یہ عمل نہ تو کھانے پینے پر قیاس کیا جائے گا اور نہ ہی عرف میں اسے کھانا پینا کہتے ہیں۔

(۱۳) اسپرے کا حکم:

دمہ کے مریضوں کے لئے اسپرے (بخاخ) کی ضرورت پڑتی ہے، یہ ان کی سخت ترین مجبوری ہے، اور اسلام میں قاعدہ ہے کہ آدمی جس چیز کا مضطر ہوتا ہے اس کے لئے اس چیز کا استعمال جائز ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مِمَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ] (الأنعام: ۱۱۹)

ترجمہ: اور جو چیزیں اس نے تمہارے لیے حرام ٹھہرا دی ہیں وہ ایک ایک کر کے بیان کر دی ہیں (بے شک ان کو نہیں کھانا چاہیے) مگر اس صورت میں کہ ان کے (کھانے کے) لیے ناچار ہو جاؤ۔

لہذا دمہ کا مریض روزہ رکھتے ہوئے اسپرے کا استعمال کرے گا اور اس کا روزہ درست ہوگا اور اسے رکھے گئے روزہ کی قضا نہیں کرنی پڑے گی۔

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو اپنے بندوں کی خاطر آسان بنا دیا ہے، حسب سہولت یعنی بقدر استطاعت دین پر عمل پیرا ہونا ہماری اولین ذمہ داری ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے مسافروں، مریضوں اور معذوروں کو رخصت دی ہے وہاں رخصت پر عمل کرنا ہی افضل ہے اور رخصت پر عمل کرتے ہوئے دل میں ذرہ برابر بھی تنگی کا احساس نہ پیدا ہونے پائے جیسا کہ بعض مخصوص طبقوں میں یہ دیکھا جاتا ہے۔

بعض دیگر علمائے عرب و عجم کا موقف ہے چونکہ یہ ٹکلیاں منہ ہی تک محدود رہتی ہیں ان کا اثر اندر نفوذ نہیں کرتا، اس لئے ان ٹکلیوں کا استعمال بحالت روزہ جائز ہے۔ بہر حال یہ مسئلہ اختلافی ہے، میری نظر میں یہ موقف درست معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس ٹکلیہ سے اثر حلق سے نیچے اترتا ہے تو بلاشبہ مضطر ہوگا مگر اس کا اثر زبان تک ہی محدود رہے حلق سے نیچے نہیں اترے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، اس صورت میں یہ مثل کلی کے ہوگا کہ جس طرح کلی سے پانی کا اثر معدے میں حلول نہیں کرتا ٹھیک اسی طرح ٹکلیہ کا بھی اثر ہوتا اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

(۱۰) جلد پر مادے کا استعمال:

علاج کی غرض سے ہو یا شوق کے طور پر، جلد پر کسی بھی قسم کا تیل، مرہم اور کریم کا استعمال کر سکتے ہیں۔ (جلد پر ملی جانے والی کوئی بھی چیز مسام کے ذریعہ جلد کے نیچے خونی مواد میں جذب ہو جاتی ہے لیکن جذب ہونے کا یہ عمل بہت سست ہے۔ لہذا جلد پر ملی جانے والی بھی چیز ناقض روزہ نہیں) (مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۵/۲۶)

(۱۱) دانتوں کی صفائی:

روزہ کی حالت میں دانتوں کی صفائی (Scaning) یا دانت لگوانا یا دانتوں کی اصلاح کرنا سارے امور جائز ہیں۔ احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ اس عمل کو رات کے لئے مؤخر کر دیں یا دن میں ایسا عمل انجام دینے کی صورت میں دانتوں سے بہنے والا خون حلق سے نیچے نہ اتریں۔ دانتوں کی صفائی میں استعمال ہونے والے ٹیکے بھی روزے کے لئے نقصان دہ نہیں۔

(۱۲) زخموں کا علاج:

جسم کے کسی حصے میں زخم ہو، روزہ دار ان زخموں کا علاج



اعتکاف کے مسائل و احکام

مولانا عبد المتین مدنی

مساجد کے علاوہ کسی مسجد میں اعتکاف کے لیے شد رحال یعنی سفر جائز نہیں ہے۔

اس آیت کریمہ میں مباشرت سے مراد جماع اور اس کے محرکات ہیں جو حالت اعتکاف میں حرام اور اعتکاف کو باطل کرنے والے ہیں۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں: الأمر المتفق علیہ عند العلماء أن المعتکف یحرم علیہ النساء مادام معتکفاً فی مسجده ولو ذهب إلى منزله لحاجة لا بد له منها فلا یحل له أن یثبت فیہ إلا بمقدار ما یفرغ من حاجته تلک من قضاء الغائط أو الأکل و لیس له أن یقبل امرأته و لا أن یضمها الیه و لا یشغل بشیء سوى اعتکافه و لا یعود مریضاً و لکن یسأل عنه وهو مار فی طریقہ۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/۳۰۴)

علماء کے نزدیک یہ بات متفق علیہ ہے کہ معتکف جب تک مسجد میں اعتکاف کی حالت میں ہو اس کے لیے مباشرت حرام ہے، اگر وہ اپنے گھر کسی ضروری کام سے جاتا بھی ہے تو اس کے لیے گھر میں اتنی ہی دیر قیام درست ہے جتنی دیر میں وہ کھانا کھالے یا استنجاء کی حاجت کو پوری

رمضان المبارک کی مہتم بالشان عبادتوں میں سے ایک عبادت اعتکاف کے نام سے موسوم ہے۔

اعتکاف عربی زبان میں لزوم الشئ و جس النفس علیہ کو کہتے ہیں یعنی کسی کام کا التزام اور اس کو انجام دینے کے لیے نفس کو پابند کرنا۔

شرعی اصطلاحی میں: المقام فی المسجد من شخص مخصوص علی صفة مخصوصة کسی شخص کا مخصوص حالت و کیفیت کے ساتھ مسجد میں قیام کرنا۔

اعتکاف کی فضیلت اور اس کا اجر و ثواب قرآن و حدیث میں وارد ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: [وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ] بقرہ: ۱۷۷) جب تم مسجدوں میں اعتکاف کی حالت میں رہو تو اپنی بیویوں سے مباشرت نہ کرو۔

اس آیت کریمہ میں مساجد کا ذکر عام ہے، اس سے استدلال کر کے فقہاء کہتے ہیں کہ تمام مسجدوں میں اعتکاف کرنا مشروع ہے، ہاں مساجد ثلاثہ مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ میں افضل ہے، نیز ان مساجد کے علاوہ کسی مسجد میں اعتکاف مشروع ہے، ہاں مساجد ثلاثہ مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ میں افضل ہے، نیز ان

ذہلی تھیں۔ (صحیح بخاری: ۱۹۲، ۱۹۲۳، ۱۹۲۶، ۱۹۲۵) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حالت اعتکاف میں بیوی سے اس قسلم کی خدمت لی جاسکتی ہے، اگرچہ وہ پاکی حالت میں نہ بھی ہو۔

اسی طرح معتکف صفائی ستھرائی، غسل اور خوشبو وغیرہ کا استعمال کر سکتا ہے، اگر اس کی خواہش ہو تو اچھے کپڑے بھی زیب تن کرے۔

اس درس کے لیے منتخب و مذکور حدیث سے معلوم ہوا کہ اعتکاف اللہ کے رسول ﷺ کی سنت ہے، بلکہ مدینہ تشریف لانے کے بعد آپ نے پوری زندگی اعتکاف کیا، کسی سال آپ رمضان کے مہینہ میں اعتکاف نہ کر سکے تو آپ نے شوال کے مہینہ میں اعتکاف کیا۔ (صحیح بخاری: ۱۹۳۶، ۱۹۳۷، ۱۹۲۸، ۱۹۲۹)

بلکہ بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے وفات سے پیشتر بیس دنوں کا اعتکاف کیا۔ (صحیح بخاری: ۱۹۳۹) آپ کے اس عمل کی توجیہ کرتے ہوئے علماء لکھتے ہیں: چونکہ آپ حالت اعتکاف میں جبرئیل کے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے اور اس سال جبرئیل نے دو مرتبہ قرآن کا دور کیا، اس لیے آپ نے دس کے بجائے بیس دن اعتکاف کیا، تاکہ دو مرتبہ دور مکمل ہو جائے۔

دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جب سورہ نصر نازل ہوئی اور یہ اشارہ دے دیا گیا کہ آپ کا دعوتی مشن پورا ہو چکا ہے اور عنقریب اپنے رب سے ملنے والے ہیں تو آپ نے اپنی عبادت و ریاضت میں مزید اضافہ کر دیا،

کر لے اور اس کے لیے اپنی بیوی سے بوس و کنار جائز نہیں اور نہ کسی ایسے کام میں مصروف ہونا جو اعتکاف کے علاوہ ہو اور نہ وہ کی بیماری کی عیادت کرے گا، ہاں راستہ چلتے ہوئے وہ حال چال معلوم کر لے تو کوئی حرج نہیں۔

البتہ حالت اعتکاف میں گھر والوں سے ملاقات کرنا، ملاقات کے لیے ان کا مسجد آنا، ان سے خدمت لینا جائز اور درست ہے، اور اس سلسلہ میں متعدد روایتیں وارد ہیں، صحیحین میں ہے کہ ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہما اللہ کے رسول سے ملاقات کی غرض سے جب آپ اعتکاف کی حالت میں ہوتے، مسجد نبوی میں آیا کرتی تھیں اور کچھ دیر رک کر آپ سے باتیں کرتیں، ایک مرتبہ رات کو واپس جانے کے لیے کھڑی ہوئیں تو اللہ کے رسول ﷺ بھی ساتھ نکلے کہ ان کو ان کے گھر تک پہنچادیں، راستہ میں دو انصاری صحابی سے ملاقات ہو گئی، ان دونوں نے اللہ کے رسول کو دیکھا تو تیز چلنے لگے اور کسی روایت میں کہا کہ ٹھہر جاؤ یہ میری بیوی صفیہ ہیں، ان دونوں نے کہا کہ سبحان اللہ کیا ہم آپ کے بارے میں شک و شبہ کر سکتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ شیطان کی رگ میں دوڑتا ہے، میں اس بات سے ڈرا کہ وہ تم لوگوں کے دل میں بدگمانی پیدا نہ کر دے۔ (صحیح بخاری: ۱۹۳۰، ۱۹۳۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آپ حالت اعتکاف میں اپنا سر میری جانب جھکاتے اور میں آپ کے بالوں میں کنگھی کرتی، جبکہ میں حیض کے حالت میں ہوتی تھی، بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ کے بالوں کو

چال جان سکتا ہے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں: لقد كان المريض يكون في البيت فما أسأل عنه إلا وأنا مارة .
(تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۳۰۵) گھر میں جو مریض ہوتا اس کا حال میں چلتے چلتے ہی پوچھ لیتی۔

ہاں اعتکاف کو روزہ کے ساتھ مشروط کرنا جیسا کہ علامہ ابن القیم وغیرہ کا کہنا ہے کہ بغیر روزہ کے اعتکاف ہے تو اس کی قضا کرے گا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے رمضان کے مہینہ میں سفر کی وجہ سے (سنن بیہقی بحوالہ جائزۃ الاحوذی: ۲/ ۱۴۳) یا ایک موقع پر ازواج مطہرات کے باہمی تنفس کی وجہ سے اعتکاف ترک کر دیا تو شوال میں اس کو مکمل کیا (صحیح بخاری: ۱۹۲۸)، آپ کا یہ عمل قضا کے طور پر نہیں بلکہ اس لیے تھا کہ آپ کوئی عبادت کرتے تو اس پر مداومت برتتے، اگر آپ قضا کے طور پر ایسا کرتے تو روایتوں میں اس بات کا ذکر نہیں ملتا کہ ان ازواج مطہرات نے بھی شوال میں اعتکاف کی قضا کی جنہوں نے آپ کے ساتھ اعتکاف شروع کیا تھا پھر ترک کر دیا۔ (فتح الباری: ۲/ ۲۷۷)

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف مسنون و مستحب ہے، اس لیے کہ اس آخری عشرہ میں قدر والی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور جسے تلاش کرنے کا حکم دیا گیا ہے (صحیح بخاری: ۱۹۱۳، ۱۹۱۵)، اس لیے جو شخص اس آخری عشرہ کا اعتکاف کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ بیس رمضان کی مغرب کی نماز مسجد میں ادا کرنے کے بعد اعتکاف کی حالت میں ہو جائے اور اگر کوئی شخص ۲۰ تاریخ

اسی لیے یہ اعتکاف جو آپ کی زندگی کا آخری اعتکاف تھا ۲۰ دن کیا۔

تیسری بات یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نعمتوں کی بڑی قدر کرنے والے اور ان پر شکر یہ ادا کرنے والے تھے، چونکہ فرماتے (سنن ابن ماجہ: ۱/ ۵۶۲)، آپ کا خیمہ مسجد میں نصب کیا جاتا (صحیح بخاری: ۱۹۲۵)، آپ کا کھانا مسجد ہی میں لایا جاتا، صرف قضائے حاجت کے لیے آپ گھر تشریف لے جاتے (صحیح بخاری: ۱۹۲۵)، نماز کے علاوہ آپ زیادہ تر اوقات اعتکاف کی جگہ گزارتے، اعتکاف کی حالت میں آپ نہ کسی مریض کی عیادت کرتے اور نہ جنازہ میں شرکت کرتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے: السنة على المعتكف أن لا يعود مريضا ولا يشهد جنازة ولا يممس امرأة ولا يبأشرها، ولا يخرج لحاجة إلا مالا بد منه ولا اعتكاف إلا بصوم ولا اعتكاف إلا في مسجد جامع. (سنن ابی داؤد: ۲۴۷۳)

اعتکاف کرنے والوں کے لیے سخت یہ ہے کہ وہ کسی مریض کی عیادت کرے نہ جنازہ میں شرکت، نہ بیوی سے مباشرت کرے اور نہ ہی اس سے بغل گیر ہو اور انسان کی بنیادی ضرورت کھانا پینا اور استنجاء کے علاوہ کے لیے مسجد سے نکلے، بحالت روزہ ہی اعتکاف درست ہے، نیز ایسی مسجد میں جہاں جمعہ قائم ہوتا ہو، اگر کسی کی نماز جنازہ مسجد میں ادا کی جا رہی ہے معتکف اس میں شرکت کر سکتا ہے، اسی طرح راستہ چلتے ہوئے یا مسجد کے اندر کسی مریض کا حال

کی صبح ہی مسجد میں آکر اعتکاف میں بیٹھ جائے تو بعض علماء اسی کے قائل ہیں اور بعض روایتوں سے اس قول کی تائید ہوتی ہے (صحیح بخاری: ۱۹۳۱، ۱۹۳۵)، اس لیے اختلاف سے بچنے کے لیے وہ ایسا بھی کر سکتا ہے۔ (جائزۃ الاحوذی: ۳۵ / ۲) معتکف حالت اعتکاف میں باجماعت فرض نمازوں کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ کثرت سے نوافل کا

اہتمام کرے، چاشت کی نماز، قیام اللیل، قرآن کی تلاوت، ذکر واذکار، توبہ و استغفار میں لگا رہے۔ دوران اعتکاف مسجد میں آنے جانے والوں سے غیر ضروری باتیں نہ کرے، طہارت

جب آدمی معاشرہ میں لوگوں کے درمیان ہوتا ہے تو زبان کی غیر ضروری باتوں سے حفاظت نہیں ہو پاتی اور اس وجہ سے بہت سی گناہ کی باتیں بھی زبان پر آ جاتی ہیں، اسی طرح لوگوں سے زیادہ میل جول بھی اللہ کے ذکر اور انابت سے غافل کرنے والا ہوتا ہے، وہ اتنا وقت نہیں پاتا کہ اپنے رب کے حضور تنہائی میں کچھ اوقات صرف کر سکے، اسی طرح مباح کاموں کی کثرت بھی انسان کو غیر شعوری طور پر دنیاوی امور میں ملوث کر دیتی ہے، ان تمام باتوں سے بچنے اور کنارہ کش ہونے کے لیے اعتکاف ایک بہترین علاج ہے۔

اپنے بندوں سے کتنا خوش ہوتا ہوگا جو چند دنوں ہی سہی دنیا کو خیر باد کہہ کر، آل و اولاد، کاروبار، دوست و احباب سب کو درکنار کر کے صرف اپنے رب کے ہو گئے۔ اب ان کا دل اور اعضاء و جوارح

رب کے حضور اور اس کی خوشنودی میں لگے ہوئے ہیں۔ مزید یہ کہ رمضان کے بابرکت اوقات اور روزہ کی حالت اس عمل کو اور زیادہ با مقصد و با سعادت بنا رہی ہیں۔

اعتکاف کا مقصد یہ ہے کہ بندہ انابت الی اللہ کا عادی بن جائے اور ہر وہ کام جو اس میں خلل ڈالنے والا ہے اس کو ترک کر دے۔

ماہ رمضان المبارک اور مسلمانوں کا طرز عمل

از قلم: محمد غفران عبید الرحمن سلفی
متعلم: شعبہ عربی، دہلی یونیورسٹی

کر کے اس کو راضی و خوش کر لے اور جنت کا حقدار بن جائے۔

لیکن افسوس کہ امت مسلمہ نے اس مہینے کی عظمت و تقدس کو نہیں پہچانا اور اس ماہ مبارک کو بھی دیگر عام مہینوں کی طرح گزار دیا اور اس عظیم نعمت کی قدر و منزلت میں کئی طبقوں میں منقسم ہو گئی۔ ذیل میں رمضان المبارک کے تعلق سے ان کے اسی طرز عمل کا ایک مختصر جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے:

* ایک طبقہ وہ ہے جو اسے رب العزت کی جانب سے عطا کردہ ایک عظیم نعمت اور رحمت خیال کرتا ہے، ہمیشہ اس ماہ کا شدت سے انتظار کرتا ہے، اس کے لیے خصوصی طور پر تیاری کرتا ہے اور اس ماہ کے آجانے پر اپنے نظام الاوقات کو تبدیل کر لیتا ہے۔ یہ مومن طبقہ ہے جو زیادہ سے زیادہ نیکیاں کمانے کی فکر میں لگا رہتا ہے اور اس کے لیے وہ صوم و صلاۃ، تلاوت قرآن پاک اور صلاۃ تراویح کے ساتھ ساتھ صدقات و خیرات کا بھی بھرپور اہتمام کرتا ہے اور ایک بھی لمحہ اپنے رب کی یاد سے غافل نہیں رہتا بلکہ اس کا ایک ایک لمحہ رب کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے میں گزرتا ہے اور جب رمضان المبارک کا مہینہ گزر جاتا ہے تو اس کے اندر ایک حسرت و تمناسی باقی رہتی ہے کہ اے کاش کہ تھوڑا وقت

قارئین کرام! رمضان المبارک کا مہینہ اللہ رب العزت کی جانب سے عطا کردہ ایک عظیم نعمت اور امت مسلمہ پر ایک بہت بڑا احسان ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت مسلمہ کو عطا کردہ نعمتوں، برکتوں اور بخششوں کا مہینہ ہے، یہ وہ عظیم الشان مہینہ ہے جس میں آسانی کتابوں میں سے سب سے آخری کتاب قرآن کریم کا نزول ہوا، یہ وہ مہینہ ہے جس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور سرکش شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں، یہ وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں ایک نیکی کا بدلہ دس سے سات سو گنا تک بڑھا کر دیا جاتا ہے اور گنہگاروں کو خصوصی طور پر جہنم سے آزادی کا پروانہ عطا کیا جاتا ہے، یہ وہ عظیم الشان مہینہ ہے جس میں عمرہ کرنے کا ثواب حج کے برابر ملتا ہے، یہ وہ مہینہ ہے جس میں تقویٰ و پرہیزگاری پیدا کرنے کے لیے روزہ جیسی عظیم الشان عبادت کو امت مسلمہ پر فرض کیا گیا اور نیکیوں میں اضافہ و بڑھوتری اور گناہوں کی بخشش کے لیے قیام اللیل و تراویح اور اعتکاف و صدقہ الفطر جیسی عبادتوں کو مشروع قرار دیا تاکہ امت محمدیہ اس مہینے کی قدر و منزلت کو پہچانے اور اس ماہ مبارک کو غنیمت تصور کرتے ہوئے اس میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرے، اپنے رب سے توبہ و بخشش طلب

خوش رکھتا ہے اور اپنی جوانی کو دیوانی بنا کر اسے یوں ہی فضول کے کاموں میں گزار دیتا ہے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بڑھاپا آنے سے پہلے ہی وہ اس دار فانی کو الوداع کہہ دیتا ہے اور خالی ہاتھ دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔

* چوتھا طبقہ وہ ہے جسے اس ماہ مبارک کے آنے جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور وہ دیگر مہینوں کی طرح اس بابرکت مہینے کو بھی لہو و لعب اور معصیت الہی میں گزار دیتا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو صرف نام کے مسلمان ہیں، دینی تعلیمات اور اسلامی تہذیب و ثقافت سے دور دور تک ان کا کوئی واسطہ نہیں لیکن عید کے دن یہ سب پہلے تیار ہو کر کے عید گاہ پہنچ جاتے ہیں اور وہاں جا کر اگلی صف میں بیٹھتے ہیں اور وہ اس دن کو خوب موج مستی میں گزارتے ہیں اور اس سے مکمل طور پر لطف اندوز ہوتے ہیں..

* پانچواں طبقہ وہ ہے جو اس ماہ مبارک کو رب کی جانب سے بندوں کو تکلیف و پریشانی میں مبتلا کرنے والا مہینہ خیال کرتا ہے اور وہ اس ماہ کے تعلق سے بھوک پیاس، لاغر و کمزوری، بزنس و تجارت کے ٹھپ ہونے اور نہ جانے کیا کیا بیجا اعتراضات کر کے لوگوں کے ذہنوں سے اس کی عظمت و تقدس کو نکالنے کی پوری کوشش کرتا ہے اور ”خود تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے“ کے مصداق اس ماہ مبارک میں شیاطین کی ڈیوٹی نبھانے کا مکمل اہتمام کرتا ہے اور یہ اسلامی تعلیمات سے بیزار مسلمانوں کا ایک طبقہ ہے۔ ان سارے طبقات کے علاوہ ایک طبقہ اور بھی ہے جو اس مہینے کی حرمت و تقدس کا پورا خیال رکھتا ہے، اور اس کی اہمیت و فضیلت پر گھنٹوں و غلط و نصیحت کرتا ہے، صدقات

اور مل جاتا تا کہ نیکیوں کے اس موسم بہار میں مزید نیک اعمال کر کے اپنے رب کو راضی و خوش کر لیتا۔ اسی طرح اس ماہ کے گزار جانے پر وہ اپنے اندر ایک خوف سا محسوس کرتا ہے کہ معلوم نہیں آئندہ سال اسے رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ نصیب ہو یا نہ ہو؟ اور اس ماہ کے دوبارہ آنے سے پہلے ہی وہ اس دنیا سے رخصت ہو جائے۔

* دوسرا طبقہ وہ ہے جو اس ماہ مبارک کو ایک رسم کی طرح گزارنے کی کوشش کرتا ہے چنانچہ وہ طوعاً و کرہاً رمضان المبارک کا استقبال کرتا ہے، اور مسلم معاشرے میں زندگی گزارنے کی وجہ سے تھوڑا بہت اس کے اندر ایمانی جذبہ بیدار ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ رمضان المبارک کے روزے بھی رکھتا ہے، تراویح کی نماز بھی گرتے پڑتے ادا کر لیتا ہے اور تھوڑا بہت صدقات و خیرات بھی کر لیتا ہے اور اس طرح وہ رمضان المبارک کے عظیم الشان مہینے کو گزار کر بہت اطمینان اور چین و سکون محسوس کرتا ہے اور اس ماہ مبارک کے گزار جانے پر بہت خوشی محسوس کرتا ہے اور بسا اوقات اپنی زبان سے اس بات کا اظہار بھی کرتا ہے کہ چلو اب تھوڑا سکون ملا..

* تیسرا طبقہ وہ ہے جو اس ماہ مبارک کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دیتا بلکہ وہ یہ خیال کرتا ہے کہ یہ مہینہ ان عمر رسیدہ افراد کے لیے ہے جن کے پیر قبر میں لٹکے ہوئے ہیں، ابھی تو ہماری جوانی اور موج مستی کے دن ہیں۔ روزہ رکھنے اور تراویح کی نماز ادا کرنے کے لیے ابھی تو پوری زندگی باقی ہے، فی الحال تھوڑی بہت عبادت کر کے کسی طرح اس ماہ کو گزار دو، اور اس طرح یہ اپنے نفس کو جھوٹی تسلی دے کر اسے

و تقدس کے تعلق سے یہ تھے مسلمانوں کے چند طبقات اور ان کے نظریات اور طرز عمل۔

اب آئیے ہم بعض ان امور کا تذکرہ کرتے ہیں جو عوام کی جہالت و ضلالت یا اسلامی تعلیمات سے عدم واقفیت کی بنیاد پر ہمارے سماج و معاشرے میں رواج پا چکی ہیں:

1۔ روزہ کی نیت کیے بغیر روزہ رکھنا:

تمام اعمال بالخصوص عبادات کی انجام دہی کے وقت نیت کا ہونا شرط ہے لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ روزے کی نیت کیے بغیر روزہ رکھتا ہے اور نیت نہ کرنے کی وجہ سے اس کا روزہ مقبول ہی نہیں ہوتا اور اس طرح وہ پورا ماہ بغیر نیت کے ہی روزہ رکھتا ہے۔

ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ لَمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهُ“
وفی روایة النسائی: ”مَنْ لَمْ يُبَيِّنِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهُ“ (سنن أبي داود کتاب: الصَّوْمُ، باب: النِّيَّةُ فِي الصِّيَامِ: ۲۴۵۴، سنن النسائی: کتاب الصِّيَامِ، ذِكْرُ اخْتِلَافِ النَّاقِلِينَ لِخَبَرِ حَفْصَةَ فِي ذَلِكَ: ۲۳۳۱)

”جس نے فجر سے پہلے روزے کی نیت نہیں کی تو اس کا کوئی روزہ نہیں اور سنن نسائی کی روایت میں ہے کہ جس نے فجر سے قبل رات ہی میں روزے کی نیت نہیں کی اس کا روزہ نہیں۔“

لہذا ایسے لوگوں پر واجب و ضروری ہے کہ روزانہ فجر

وخیرات پر بہت زیادہ لوگوں کو ابھارتا ہے، اہل خانہ کی سحری اور افطاری کا بھی پورا اہتمام کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس ماہ کے روزے رکھنا تو ان خطا کارو گنہگار لوگوں پر فرض ہے جو سال کے گیارہ ماہ معصیت الہی میں گزار دیتے ہیں نہ تو کبھی مسجد کا رخ کرتے ہیں اور نہ ہی اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں۔ اسی طرح اس ماہ مبارک میں صدقات و خیرات کرنا ان مالداروں کا کام ہے جو سال بھر حلال و حرام کی تمیز کیے بغیر بینک بیلنس کرتے رہتے ہیں اور فقراء و مساکین کا خیال نہیں رکھتے، اور بھوکوں کو کھانا کھلانا تو ان لوگوں کے لیے ہے جن کے یہاں مال و دولت کی بہت زیادہ فراوانی ہے اور سحری و افطاری میں انواع و اقسام کے کھانے ان کے دسترخوان پر چنے جاتے ہیں۔

الغرض کہ یہ طبقہ اپنے آپ کو ہر قسم کے نیک اعمال کو انجام دینے سے بالکل آزاد تصور کرتے ہوئے نہ تو رمضان المبارک کا روزہ رکھتا ہے اور نہ تراویح کی نماز ادا کرتا ہے اور نہ صدقات و خیرات کرتا ہے اور نہ ہی غرباء و مساکین کا خیال رکھتا ہے بلکہ ان تمام اعمال کی انجام دہی کا ذمہ دار بیچارے عوام کو سمجھتا ہے اور یہ بعض اہل علم کا گروہ ہے۔

اور اسی طبقہ میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو چند فیصد منافع کے حصول کے لیے پورا مہینہ صرف عوام سے صدقات و خیرات وصول کرنے اور چندہ کرنے میں گزار دیتا ہے اور اس دوران مسافر ہونے کا بے بنیاد عذر تلاش کر کے نہ تو روزے رکھتا ہے اور نہ ہی پابندی کے ساتھ نمازوں کا اہتمام کرتا ہے۔

قارئین کرام! ماہ رمضان المبارک اور اس کی عظمت

(ب) عربی دن و تاریخ سے واقف شخص اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ سورج غروب ہونے کے بعد عربی تاریخ اور دن تبدیل ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد جو بھی شخص اس دعا میں غور کرے گا تو اسے یہ بات معلوم ہوگی کہ اس میں غدا کا لفظ آیا ہے جس کے معنی کل کے ہوتے ہیں۔ تو گویا ان الفاظ کے ذریعہ روزہ کی نیت کرنے والا اس دن کا نہیں بلکہ اگلے دن کے روزے کی نیت کر رہا ہے اور اس دن کی نیت اس سے انجانے میں فوت ہو رہی ہے اور اس طرح وہ پورا رمضان بغیر نیت کے روزہ رکھتا ہے۔

لہذا ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ ان مروجہ الفاظ کو ترک کر کے کتاب و سنت کے مطابق دل سے روزے کی نیت کریں اور اپنے روزے کے اجر و ثواب کو ضائع ہونے سے بچائیں۔

3- سحری کے وقت بیدار کرنے کے لیے اذان کے بجائے سائرن بجانا یا دیگر ذرائع اختیار کرنا:

سحری کے وقت اکثر بستنیوں اور شہروں میں اذان دینے کے بجائے (جو کہ ایک مشروع طریقہ ہے) سائرن بجا یا جاتا ہے یا لاؤڈ اسپیکر میں حمد و نعت پڑھ کر لوگوں کو بیدار کرنے کی کوشش کی جاتی ہے یا پھر کوئی شخص سحری کا وقت شروع ہونے سے قبل ہی مختلف علاقوں اور بستنیوں میں چکر لگا کر لوگوں کو بیدار کرتا ہے اور اسی وقت سے ایک شور شرابہ برپا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے دوسرے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے اور بسا اوقات یہ معاملہ محکمہ پولیس تک پہنچ جاتا ہے جس کی وجہ سے لاؤڈ اسپیکر کے استعمال پر پابندیاں

کی اذان سے قبل روزے کی نیت کر لیں اور یاد رہے کہ نیت کا تعلق دل سے ہے زبان سے کلمات کا ادا کرنا کتاب و سنت سے ثابت نہیں۔ لہذا صرف دل میں روزہ رکھنے کی نیت کریں اور روزانہ طلوع فجر سے پہلے اس کی تجدید کرتے رہیں۔

2- زبان سے روزے کی نیت کرنا:

مذکورہ بالا طبقہ کے برعکس مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ایسی بھی ہے جو دل سے نیت کرنے کے بجائے زبان سے باواؤ بلند نیت کرتی ہے اور باقاعدہ ان کی مساجد سے روزانہ سحری کے ختم ہونے کے وقت اعلان کیا جاتا اور لوگوں کو تلقین کی جاتی ہے وہ ان الفاظ کے ذریعے روزے کی نیت کر لیں، وہ الفاظ درج ذیل ہیں:

”نویت بصوم غد من شہر رمضان هذا“

یعنی: میں نے اس ماہ رمضان کے کل کے روزے کی نیت کی۔

یہ مروجہ طریقہ چند چیزوں کی وجہ سے باطل ہے:

(الف) نیت کرنے کے لیے مذکورہ بالا کلمات ادا کرنے کا ثبوت قرآن و احادیث اور سلف صالحین سے نہیں ہے بلکہ یہ برصغیر کے بعض لوگوں کی وضع کردہ دعا ہے جس کا پڑھنا جائز اور درست نہیں ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

”من عمل عملاً لیس علیہ أمرنا فهو رد“

(صحیح مسلم کتاب: الْأَقْضِيَّةُ بَاب: نَقْضُ

الْأَحْكَامِ الْبَاطِلَةِ، وَرَدُّ مُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ: ۱۷۱۸)

جس شخص نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم و عمل موجود نہیں تو مردود ہے۔

اسی طرح کتاب الصوم کے اندر ایک اور باب قائم کیا ہے: باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ”لا یمنعنکم من سحور کم اذان بلال“ اور پھر اس کے تحت حضرت ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہما سے مروی ایک اور حدیث ذکر کی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”کُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى یُؤْذَنَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ، فَإِنَّهُ لَا یُؤْذَنُ حَتَّى یَطْلُعَ الْفَجْرُ“ (صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب: ”لا یمنعنکم من سحور کم اذان بلال“ حدیث نمبر: ۱۹۱۸)

تم لوگ کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم اذان دیں کیونکہ وہ اذان نہیں دیتے ہیں یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جائے۔

اور امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی اپنی صحیح میں عبد اللہ ابن عمر سے یہی روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: ”إِنَّ بِلَالَ يُؤْذَنُ بِلَيْلٍ، فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى تَسْمَعُوا تَأْذِينَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ“ (صحیح مسلم: کتاب الصیام، باب: أَنَّ الدُّخُولَ فِي الصَّوْمِ یَحْضُلُ بِطُلُوعِ الْفَجْرِ، حدیث نمبر: ۱۰۹۲، ۱۰۹۳)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک بلال رات میں اذان دیتے ہیں لہذا تم کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم کی اذان سن لو۔

شیخین کے علاوہ امام نسائی، امام احمد اور امام دارمی رحمہم اللہ اور ان کے علاوہ دوسرے محدثین نے بھی اس

عائد کر دی جاتی ہیں اور پھر مسلمان اپنی مظلومیت کا رونا روتے ہیں حالانکہ اسلام کی کوئی بھی تعلیم ایسی نہیں ہے جس سے دوسروں کو اذیت پہنچے بلکہ اذیت و تکلیف نہ دینے کو ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت سے منسلک کر دیا گیا ہے، فرمان نبوی ہے:

”مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُوْذَى جَارُهُ“ (صحیح مسلم کتاب: الْإِيمَانُ بَاب: إِكْرَامِ الْجَارِ وَالضَّيْفِ: ۴۷)

جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی (مسلم ہو یا غیر مسلم) کو تکلیف نہ پہنچائے۔

مسلم سماج و معاشرے میں سحری کے وقت لوگوں کو بیدار کرنے کے لیے مروجہ طریقہ اختیار کرنے کے بجائے مذہب اسلام نے اذان کے ذریعہ لوگوں کو بیدار کرنے کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ایک باب قائم کیا ہے: باب الأذان قبل الفجر اور پھر اس کے تحت درج ذیل حدیث ذکر کی ہے:

عن عبد الله ابن عمر وعائشة رضی اللہ عنہما قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: ”إن بلالاً یؤذن بلیل فکلوا و اشربوا حتی یؤذن ابن ام مکتوم“ (صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب الأذان قبل الفجر، حدیث نمبر: ۶۲۲-۶۲۳)

حضرت عبد اللہ بن عمر اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک بلال رات میں اذان دیتے ہیں لہذا تم کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم اذان دیں۔

توجہ دیں اور اس سنت کو زندہ کر کے اجر و ثواب کے مستحق بنیں۔

4- سحری کھانے کے بعد نماز فجر ادا کیے بغیر سو جانا:

امت مسلمہ کا ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو الحمد للہ رمضان المبارک کے روزوں کا اہتمام کرتا ہے اور اس کے لیے پوری تیاری کرتا ہے اور سنت نبوی ”تسحرُوا فإِنَّ فِي السَّحْرِ بَرَكَةً“ (صحیح البخاری کتاب: الصَّوْمُ باب بَرَكَةِ السَّحْرِ: ۱۹۲۳)

سحری کھاؤ کیوں کہ اس میں تمہارے لیے برکت ہے پر عمل کرتے ہوئے اپنی نیند کو قربان کر کے سحری کھانے کا بھی پورا اہتمام کرتا ہے لیکن افسوس کہ وہ سحری کھانے کے بعد نیند کی آغوش میں چلا جاتا ہے اور فجر کی نماز ادا کیے بغیر اپنے روزے کا آغاز کرتا ہے حالانکہ یہ طریقہ بالکل غلط ہے اور مصیبت و پریشانی کو دعوت دینے والا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ”مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللَّهِ“ (رواہ ابن ماجہ وصححه الألبانی فی صحیح الجامع الصغیر: ۶۳۴)

جو شخص فجر کی نماز ادا کر لیتا ہے تو وہ اللہ کی پناہ اور اس کی نگرانی میں ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ نماز اور روزے کی فرضیت میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن اس کے باوجود نماز ایک ایسی عبادت ہے کہ جب تک جسم میں روح ہے اور ہوش و حواس باقی ہے کسی بھی صورت میں نماز معاف نہیں ہے۔ جب کہ روزے کے لیے رخصت دی گئی ہے کہ اگر کوئی مریض ہو یا حالت سفر میں ہو تو وہ بعد میں اپنے روزوں کی قضا کر لے۔

روایت کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔

ان تمام روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سحری اور تہجد کی نماز کے لیے باقاعدہ اذان دی جاتی تھی اور اس اذان کے لیے خصوصی طور پر ایک مؤذن مقرر تھے جن کی اذان پر لوگ بیدار ہوتے اور سحری کھاتے تھے۔

لہذا ہمیں بھی سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے اپنی مساجد میں سحری اور تہجد کی نماز کیلئے اذان کا اہتمام کرنا چاہیے اور رمضان المبارک میں خصوصی طور پر اس پر توجہ دینا چاہیے اور سحری کے وقت لوگوں کو بیدار کرنے کا جو مروجہ طریقہ ہے مثلاً سائرُن بجانا اور اشعار وغیرہ پڑھنا اس سے گریز کرنا چاہیے۔ اور اس متروکہ سنت کو پھر سے زندہ کرنا چاہیے اور ہماری شریعت نے تہجد کی نماز اور سحری کے لیے بیدار کرنے اور کرانے کا جو طریقہ بیان کیا ہے اس پر عمل کرنا چاہیے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مَنْ أَحْيَا سُنَّةَ مَنْ سَنَّتِي فَعَمِلَ بِهَا النَّاسُ كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِمْ شَيْئًا۔۔۔“ (سنن ابن ماجہ، المقدمة، باب: مَنْ أَحْيَا سُنَّةً قَدْ أُمِّيَتْ، حدیث نمبر: ۲۰۹ وصححه الألبانی)

جس شخص نے میری سنت میں سے کسی سنت کو زندہ کیا پھر لوگوں نے اس پر عمل کیا تو لوگوں کے عمل کرنے کے مثل اس کو اجر و ثواب ملے گا اور ان کے ثواب میں کسی قسم کی کمی نہیں کی جائے گی۔

لہذا تمام لوگوں سے بالخصوص علمائے امت اور ائمہ و متولیان مساجد سے گزارش ہے کہ وہ اس جانب خصوصی

سحری کا پورا اہتمام کرنا چاہیے اور جان بوجھ کر اس سنت نبوی کو ترک کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔

6۔ بغیر کسی عذر شرعی کے روزہ ترک کر دینا:

امت مسلمہ بالخصوص نوجوانوں کا ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو سماج و معاشرے میں ذلت و رسوائی سے بچنے کے لیے اور اہل خانہ کی سختی کی وجہ سے روزہ تو رکھ لیتا ہے یا ان عوامل کے بغیر بھی روزے کا اہتمام کرتا ہے لیکن پھر بغیر کسی عذر شرعی کے وہ روزہ توڑ دیتا ہے اور لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو کر ہوٹلوں اور چائے خانوں میں پہنچ کر روزہ خوری جیسے جرم کا مرتکب ہوتا ہے حالانکہ ایسے لوگوں کے لیے جو بغیر کسی عذر شرعی کے روزہ نہیں رکھتے یا دن کے کسی حصے میں روزہ توڑ دیتے ہیں ان کے لیے سخت وعید آئی ہے۔

حضرت ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میں سویا ہوا تھا کہ خواب میں میرے پاس دو آدمی آئے (یاد رہے کہ نبی کا خواب سچا ہوتا ہے) جنہوں نے میرے بازوؤں کو پکڑ کر مجھے اٹھایا اور ایک دشوار چڑھائی والے پہاڑ تک لے جا کر مجھے اس پر چڑھنے کے لیے کہا، میں نے کہا: میں اس پر چڑھ نہیں سکتا۔

انہوں نے کہا: ہم اسے آپ کے لیے آسان بنا دیں گے۔ چنانچہ میں نے اس پر چڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ اس پہاڑ کی چوٹی تک پہنچ گیا تو میں نے وہاں چنچنے اور چلانے کی آوازیں سنیں۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ چنچ و پکار کیسی ہے؟

انہوں نے جواب دیا: یہ جہنمیوں کی آہ و بکا کا شور

لہذا ایک مسلمان کے لیے واجب اور ضروری ہے کہ وہ کسی بھی حالت میں نماز جیسی عظیم عبادت کو ترک نہ کرے اور رمضان المبارک میں بالخصوص اس کی طرف توجہ دے اور فجر کی نماز ادا کیے بغیر نہ سوئے۔

5۔ سحری کھائے بغیر روزہ رکھنا:

مسلمانوں میں ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو بغیر سحری کھائے ہی روزہ رکھتا ہے اور بسا اوقات سحری کھانے والوں پر طنز بھی کرتا ہے کہ یہ پیٹو لوگ ہیں جب دیکھو بس کھانے پینے پر ہی ان کی نظر ہوتی ہے حالانکہ وہ اپنی جہالت اور نادانی میں سحری نہ کھا کر ایک بہت بڑی برکت اور اجر و ثواب سے محروم ہو جاتے ہیں کیونکہ سحری کھانا سنت نبوی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم بھی دیا ہے فرمایا: "تَسْحَرُوا؛ فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَةً"۔ (صحیح البخاری کتاب: الصَّوْمُ، باب بَرَكَةِ السَّحُورِ: ۱۹۲۳، صحیح مسلم: ۱۰۹۵)

سحری کھاؤ کیوں سحری کھانے میں تمہارے لیے برکت ہے۔

برکت کا یہ لفظ اپنے اندر بہت سارے معانی و مفاہیم اور حکمت و مصلحت کو سمیٹے ہوئے ہے مثلاً: سحری کرنے والا شخص نقاہت و کمزوری محسوس نہیں کرتا، اس کا قوت ہاضمہ درست رہتا ہے، وہ فجر کی نماز کے وقت بالکل چاک و چوبند رہتا ہے اور سحری کے وقت بیدار ہونے کی صورت میں اسے وہ گھڑی بھی میسر ہو جاتی ہے جس میں دعائیں قبول ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول کرتا ہے۔

الغرض سحری کھانے کے بہت سارے فوائد ہیں، لہذا

حالت میں چغلی وغیبت، گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑا الغرض کسی بھی گناہ سے اپنے آپ کو نہیں روکتا، بلکہ بسا اوقات وہ رمضان المبارک میں کچھ زیادہ ہی معصیت کا ارتکاب کرتا ہوا نظر آتا ہے اور اس طرح وہ شام تک بھوکا پیاسا رہنے کے باوجود اپنے اجر و ثواب کو ضائع و برباد کر دیتا ہے۔ حالانکہ ان تمام گناہوں سے ہمیشہ بالخصوص روزے کی حالت میں پرہیز کرنا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ“ (صحیح البخاری، کتاب: الصَّوْمُ، باب مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فِي الصَّوْمِ: ۱۹۰۳)

”جو شخص جھوٹی بات اور اس پر عمل کو نہیں چھوڑتا تو اللہ تعالیٰ کو کوئی حاجت و ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔“

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ليس الصيام من الأكل والشرب، إنما الصيام من اللغو والرفث، فإن سابك أحد أو جهل عليك فقل: إني صائم إني صائم“ (صحیح ابن خزيمة وابن حبان وصححه الألباني في صحيح الترغيب والترهيب: ۱۰۸۲)

”روزہ صرف کھانا پینا چھوڑنے کا نام نہیں بلکہ روزے کی حالت میں بے ہودگی اور بے حیائی کو چھوڑنا بھی روزے میں شامل ہے پس اگر تمہیں کوئی شخص گالی دے یا بد

ہے۔ پھر مجھے اس سے آگے لے جایا گیا جہاں میں نے کچھ لوگوں کو الٹا لٹکے ہوئے دیکھا جن کی باچھیں چیر دی گئی تھیں اور ان سے خون بہ رہا تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جواب دیا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو روزوں کے ایام میں کھایا پینا کرتے تھے۔ (صحیح ابن خزيمة وابن حبان وصححه الألباني في صحيح الترغيب والترغيب: ۱۰۰۵)

یہ ہے روزہ خوروں کا عبرت ناک انجام جو بغیر عذر شرعی کے روزہ توڑ دیتے ہیں یا سرے سے روزہ رکھتے ہی نہیں۔

لہذا ایسے لوگوں کو مذکورہ حدیث سے عبرت و نصیحت پکڑتے ہوئے مکمل روزہ رکھنے کا اہتمام کرنا چاہیے اور بغیر عذر شرعی کے ایک بھی روزہ ترک نہیں کرنا چاہیے۔

7۔ روزے کی حالت میں غیبت چغلی، گالی گلوچ، لڑائی جھگڑا اور دیگر معصیت کا ارتکاب کرنا:

روزے کو فرض کرنے کی ایک حکمت و علت تقویٰ و پرہیزگاری کا پیدا ہونا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ] (البقرة: ۱۸۳)

اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم متقی و پرہیزگار بن جاؤ۔

لیکن افسوس کہ امت مسلمہ کا ایک بڑا طبقہ اس کی حکمت و علت کو نظر انداز کر کے محض ایک رسم کے طور پر رمضان المبارک کے روزے رکھتا ہے اور روزے کی

وقت ختم ہونے سے ایک آدھ گھنٹہ پہلے ہی کھانے پینے سے رک جاتا ہے جبکہ افطاری میں سورج غروب ہونے کے بعد بھی پانچ دس منٹ تک تاخیر کرتا ہے اور اسے شریعت کے عین مطابق خیال کرتا ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ جو لوگ احادیث نبوی پر عمل کرتے ہوئے سحری میں تاخیر اور افطار میں جلدی کرتے ہیں ان کا مذاق بھی اڑاتا ہے۔

حالانکہ ان کا یہ طرز عمل سراسر سنت مطہرہ کے خلاف اور جہالت پر مبنی ہے کیونکہ سحری میں تاخیر اور افطاری میں جلدی کرنا باعث خیر عمل ہے جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”لا يزال الناس بخير ما عجلوا الفطر“
(صحيح البخاري كتاب : الصَوْمُ، باب تَغْجِيلِ الْإِفْطَارِ: ۱۹۵، وصحيح مسلم: ۱۰۹۸)

جب تک لوگ جلدی افطاری کرتے رہیں گے وہ خیر کے ساتھ رہیں گے۔

حضرت مالک بن عامر ابو عطيہ الوادعي سے روایت ہے کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ: ہمارے درمیان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے دو اشخاص ہیں جن میں سے ایک افطار میں جلدی اور سحری میں تاخیر کرتے ہیں جبکہ دوسرے افطار میں تاخیر اور سحری میں جلدی کرتے ہیں، تو انہوں نے دریافت کیا کہ افطار میں جلدی اور سحری میں تاخیر کرنے والے کون صاحب ہیں؟ میں نے کہا: عبد اللہ بن مسعود، تو انہوں نے فرمایا: ”ہکذا کان رسول الله ﷺ يصنع“ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسی

تمیزی کرے تو کہو کہ میں تو روزے کی حالت میں ہوں، میں تو روزے کی حالت میں ہوں۔“

ان تمام روایات کے پیش نظر ایسے لوگوں کو ہمیشہ بالخصوص روزے کی حالت میں ہر قسم کی معصیت سے پرہیز کرنا چاہیے اور اپنے اجر و ثواب کو ضائع ہونے سے بچانا چاہیے۔

8- روزے کی حالت میں شوٹل میڈیا کا کثرت سے استعمال:

رمضان المبارک میں مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ تمام اعمال سے فارغ ہو کر دن بھر شوٹل میڈیا: فیسبک، واٹس ایپ اور یوٹیوب سے چمٹا رہتا ہے، نہ تو اسے نماز کی فکر رہتی ہے اور نہ ہی تلاوت قرآن اور ذکر و اذکار کی.. بس وہ جیسے تیسے اپنا وقت گزاری کرتا ہے اور سورج غروب ہونے کا انتظار کرتا ہے۔

ایسے لوگوں کو بھی سوائے بھوک پیاس کے اور کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کے غلط استعمال سے وہ معصیت کے بھی مرتکب ہوتے ہیں۔

چنانچہ ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے اعمال پر نظر ثانی کریں اور رمضان المبارک کی حرمت و تقدس کا خیال رکھتے ہوئے اس ماہ مبارک میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کمانے کی فکر کریں۔

9- سحری میں جلدی کرنا اور افطاری میں تاخیر کرنا:

امت مسلمہ کا ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو احتیاط کے نام پر سنت نبوی کی مخالفت کو اپنا طرہ امتیاز سمجھتا ہے اور سحری کا

لقی ربہ فرح بصومہ“ (صحیح البخاری کتاب: الصَّوْمُ بَاب: هَلْ يَقُولُ: إِنِّي صَائِمٌ إِذَا شِئِمَ: ۱۹۰۴ صحیح مسلم کتاب: الصَّيَامُ بَاب: فَضْلُ الصَّيَامِ: ۱۱۵۱) ”روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں: ایک افطاری کے وقت اور دوسری اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت“۔

چنانچہ افطاری کی اس فطری خوشی کی مناسبت سے ہر کوئی اپنی حیثیت کے مطابق افطار کا انتظام کرتا ہے اور یہ ہونا بھی چاہیے لیکن مسلمانوں کا ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو اس میں بھی اسراف و فضول خرچی کا راستہ اختیار کرتے ہوئے ضرورت سے زائد انواع و اقسام کے کھانے، پھل و میوہ جات اور مختلف قسم کے مشروبات دسترخوان پر سجا کر بیٹھتا ہے لیکن افطار کرنے کے بعد دسترخوان پر موجود نصف سے زائد چیزیں بچ جانے پر اسے کوڑے دان کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ سراسر اسراف و فضول خرچی اور نعمت الہی کی ناقدری ہے اور ایسا کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد الہی ہے:

[وَلَا تُبَدِّرْ تَبَدِيرًا، إِنَّ الْمُبَدِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ] (الاسراء: ۲۶، ۲۷)

اور اسراف و فضول خرچی مت کرو بیشک فضول خرچی کرنے والے اخوان کے بھائی ہیں۔

دوسری جانب مسلمانوں کا ایک طبقہ ایسا بھی ہے جنہیں پانی کے سوا افطار کرنے کے لیے کوئی بھی چیز نصب نہیں ہوتی یا کبھی کبھار کچھ چیزیں میسر ہو جاتی ہیں تو اس دن ان کی عید ہو جاتی ہے اور اسی کسمپرسی میں رمضان المبارک کا

طرح کرتے تھے۔ (سنن النسائي، كتاب الصيام، باب ذكر الاختلاف على سليمان بن مهران في حديث عائشة في تأخير السحور واختلاف ألفاظهم: ۲۱۵۸ و صححه الألباني)

سحری مؤخر کرنے کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ صبح صادق ہو جانے کے بعد بھی کھا یا پیا جائے بلکہ جب صبح صادق کا یقین ہو جائے تو کھانے پینے سے رک جانا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ] (البقرة: ۱۸۷)

اور تم کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ رات کے سیاہ دھاگے سے صبح کا سفید دھاگہ واضح ہو جائے۔ یعنی: صبح صادق بالکل واضح ہو جائے۔

مذکورہ بالا نصوص کی روشنی میں ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ کتاب و سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنے روزے کا آغاز اور اختتام کریں اسی میں ان کے لیے کامیابی و کامرانی ہے۔

10- افطاری میں اسراف و فضول خرچی اور نعمت الہی کی بے قدری:

افطار کرنا اللہ رب العزت کی جانب سے روزہ داروں پر بہت بڑا فضل و احسان ہے اور افطاری کے وقت روزے دار کا بہت زیادہ خوش ہونا فطری اور وہی ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا: إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ وَإِذَا

اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

12- سحری اور افطار کرنے کے بعد منشیات کا استعمال

کرنا:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قسم کی نشہ آور اشیاء کو حرام

قرار دیتے ہوئے فرمایا:

”كُلُّ مُسْكِرٍ حَمَمٌ، وَكُلُّ حَمَمٍ حَرَامٌ“.

(صحیح مسلم کتاب: الْأَشْرِبَةُ بَاب: بَيَانُ أَنَّ كُلَّ

مُسْكِرٍ حَمَمٌ، وَأَنَّ كُلَّ حَمَمٍ حَرَامٌ: ۲۰۰۳)

ہر قسم کی نشہ آور اشیاء شراب میں داخل ہے اور ہر قسم

کی شراب حرام ہے۔

اور منشیات کے استعمال میں مقدار کے تعلق سے پیدا

ہونے والے شکوک و شبہات کو دور کرتے ہوئے فرمایا:

”مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ“ (سنن أبي داود

كِتَاب: الْأَشْرِبَةُ بَاب: النَّهْيُ عَنِ الْمُسْكِرِ: ۳۶۸۱

وصححه الألباني)

جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرے اس کی تھوڑی

سی مقدار بھی حرام ہے۔

منشیات کے تعلق سے واردان واضح فرامین کے

باوجود امت مسلمہ کا ایک بہت بڑا طبقہ خواہشات نفسانی کی

پیروی میں اسلامی احکام و شریعت کی دھجیاں اڑاتا ہوا نظر

آتا ہے اور اس ضمن میں صرف عوام ہی نہیں بلکہ بعض جبہ

دستار اور اپنے آپ کو شیخ الحدیث اور وارثین انبیاء کہنے

والے بھی شامل ہیں۔

چنانچہ یہ لوگ رمضان المبارک میں دن بھر تمام حلال

یہ مہینہ گزر جاتا ہے اور کوئی ان کا پرسان حال نہیں ہوتا۔ لہذا

صاحب ثروت طبقے کو چاہیے کہ وہ افطار میں اسراف و فضول

خرچی کرنے کے بجائے ان غرباء و مساکین کا خیال رکھیں

اور ان کی دعائیں پا کر دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کریں۔

11- افطار کرنے میں حد درجہ اٹھاک اور مغرب کی

نماز کا فوت ہو جانا:

مسلم معاشرے میں روزہ داروں کی ایک جماعت

ایسی بھی ہے جن کے نزدیک روزے کا سارا حاصل افطاری

ہی ہے چنانچہ یہ لوگ افطار کرنے میں اس قدر مشغول

ہو جاتے ہیں کہ ان کی مغرب کی نماز ہی فوت ہو جاتی ہے یا

بسا اوقات افطار کرنے میں بہت جلدی کرتے ہیں تب بھی

مسجد پہنچتے پہنچتے ایک دو رکعت ختم ہو چکی ہوتی ہے اور اس

طرح وہ باجماعت نماز کے ثواب سے محروم ہو جاتے ہیں

جبکہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کا ثواب تنہا نماز ادا

کرنے سے پچیس یا ستائیس گنا زیادہ ہے جیسا کہ فرمان

نبوی ہے: ”صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةِ الْفَدِّ بِسَبْعِ

وَ عَشْرِينَ دَرَجَةً“ (صحیح البخاری کتاب الْأَذَانِ

بَاب فَضْلِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ: ۶۴۵)

باجماعت نماز ادا کرنے کی فضیلت تنہا نماز ادا کرنے

سے ستائیس گنا زیادہ ہے۔

باجماعت نماز ادا کرنے کی اس فضیلت کے پیش نظر

مذکورہ بالا صفات کے حاملین افراد کو اپنے اعمال پر نظر ثانی

کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ روزہ کا مقصد صرف کھانا پینا

نہیں بلکہ اصل مقصد عبادت ہے اور ان کے اس عمل سے

الصَّوْمُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَاب: مَا جَاءَ فِي فَضْلِ مَنْ فَطَرَ صَائِمًا: ۸۰۷ و صححه الألباني)

جو شخص کسی روزے دار کا روزہ کھلوائے اسے بھی اتنا ہی اجر ملتا ہے جتنا روزے دار کو ملتا ہے اور خود روزہ دار کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں آتی۔

روزہ دار کو افطار کرانے کی فضیلت اپنی جگہ مسلم ہے لیکن موجودہ وقت میں افطار پارٹی کے نام پر جو شہرت طلبی اور نام و نمود کمانے کی حرص لوگوں کے سینوں میں چھپی ہوئی ہے (الاماشاء اللہ) وہ کسی سے بھی مخفی نہیں کیونکہ ان پارٹیوں میں بے جا اسراف و فضول خرچی سے کام لیا جاتا ہے اور اپنی حیثیت دکھانے کے لیے غرباء و مساکین سے زیادہ امراء کو دعوت دی جاتی ہے اور انواع و اقسام کی چیزوں پر بے دریغ روپیے پیسے خرچ کیے جاتے ہیں تاکہ تمام لوگوں کے دلوں میں ان کی عظمت و تقدس اور عزت و شہرت بیٹھ جائے اور لوگ ان کی سخاوت و فیاضی کی مثالیں دیں۔

حالانکہ ان کے گاؤں اور پڑوس میں ایسے بہت سے گھرانے موجود ہوتے ہیں جن کے لیے دو وقت کی روٹی حاصل کرنا مشکل ہوتا ہے اور ان کی زندگی نہایت کسمپرسی کے ساتھ گزرتی ہے اور شاذ و نادر ہی وہ سحری و افطاری کا مکمل انتظام کر پاتے ہیں لیکن افسوس کہ افطار پارٹی میں مسابقہ کرنے والوں کو وہ گھرانے نظر نہیں آتے اور ان پر خرچ کرنے کے لیے ان کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔

حالانکہ ان کا یہ طرز عمل بالکل اسلامی تعلیمات اور اس

اشیاء کے استعمال سے رکے رہنے کے باوجود افطار کرتے ہی بیڑی، سگریٹ، تمباکو، گنکا، گل منجن اور نہ جانے کون کون سی نشہ آور چیزوں پر پل پڑتے ہیں اور یہی حال سحری کھانے کے بعد بھی ہوتا ہے اور اس طرح ان کے روزے کا آغاز و اختتام حرام اشیاء کے استعمال پر ہوتا ہے۔ حالانکہ روزے کی فرضیت کا ایک بڑا مقصد تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنا اور ادا امر کو بجالانا نیز منہیات سے اجتناب کرنا بھی ہے لیکن اس کے باوجود یہ طبقہ محض رسمی طور پر روزے کا اہتمام کرتا ہے اور اس کے احکام و شروط کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے کھلم کھلا حدود الہی کی خلاف ورزی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ حالانکہ اگر وہ منشیات کے استعمال کو ترک کرنے میں اپنے تئیں تھوڑے بھی مخلص ہوں تو باسانی اس ماہ مبارک میں اس کو خیر باد کر سکتے ہیں اور اس ناپاک چیز سے ہمیشہ ہمیش کے لیے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں۔

بہر حال ان نشیڑیوں کو چاہیے کہ رمضان المبارک کے مہینے کو غنیمت تصور کرتے ہوئے نشہ آور اشیاء کے استعمال سے گریز کریں اور اس ماہ مبارک کے حرمت و تقدس کو پامال کرنے سے بچیں۔

13۔ افطار پارٹی یا ریاری کاری و شہرت طلبی:

روزہ دار کو افطار کرانے کی بہت بڑی فضیلت ہے اور اس تعلق سے کتب احادیث میں کئی ایک روایات وارد ہیں۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ فَطَرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا“ (سنن الترمذی أبواب

”مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ“ (صحيح البخاري كتاب: صلاة التراويح. باب فضل من قام رمضان: ۲۰۰۹)

جس شخص نے ایمان کے ساتھ اور اللہ کی رضا کو طلب کرتے ہوئے رمضان کا قیام کیا اس کے پچھلے گناہ (صغیرہ) معاف ہو جاتے ہیں۔

قیام رمضان کی اس قدر اہمیت و فضیلت کے باوجود امت مسلمہ کا ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو اس کا اہتمام نہیں کرتا بلکہ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد مسجد سے باہر نکل کر چوراہوں اور ہوٹلوں کا رخ کرتا ہے اور وہاں بیٹھ کر گھنٹوں گپ شپ میں گزار دیتا ہے۔ جبکہ سال کے دیگر مہینوں میں تو اسے تہجد پڑھنے کی توفیق ہی نہیں ملتی اور رمضان المبارک کا ایک مہینہ میسر بھی ہوتا ہے تو اسے یوں ہی لا ابالی پن اور بے توجہی میں گزار دیتا ہے۔ حالانکہ یہ طریقہ بالکل غلط ہے اور ایسا کرنا اس ماہ مبارک کی ناقدری ہے۔ لہذا ایسے لوگوں کو اپنے اس عمل سے باز آنا چاہیے اور نماز تراویح کا اہتمام کرنا چاہیے۔

15۔ جماعت سے الگ ہو کر تنہا نماز وتر ادا کرنا:

مسلمانوں کے یہاں نماز وتر کے تعلق سے ایک المیہ یہ بھی ہے کہ وہ ایک اور تین کے چکر میں پڑ کر باجماعت نماز ادا کرنے کے فوائد و فضیلت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اکثر مساجد میں ہوتا یہ ہے نماز تراویح ختم ہونے کے بعد جیسے ہی امام نے تین رکعت نماز وتر کا اعلان کیا فوراً نمازیوں کی ایک اچھی خاصی تعداد جماعت سے الگ ہو کر تنہا ایک رکعت وتر

کی روح کے منافی ہے اور بسا اوقات یہ شہرت طلبی اور ناموری انہیں شرک اصغر تک پہنچا دیتی ہے اور ان کے اجر و ثواب کو ضائع و برباد کر دیتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشُّرُكُ الْأَصْغَرُ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا الشُّرُكُ الْأَصْغَرُ؟ قَالَ: ”الزِّيَاءُ، إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ يَوْمَ تَجَازَى الْعِبَادَ بِأَعْمَالِهِمْ: اذْهَبُوا إِلَى الَّذِينَ كُنْتُمْ تُرَاوِنَ بِأَعْمَالِكُمْ فِي الدُّنْيَا، فَاَنْظُرُوا هَلْ تَجِدُونَهُمْ جَزَاءً؟“ (مسند أحمد: ۲۳۶۳۶ و صححه الألبانی فی سلسلۃ الصحیحۃ: ۹۵۱)

بیشک جس چیز کے تعلق سے مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف محسوس ہوتا ہے وہ شرک اصغر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ شرک اصغر کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ریا کاری، جس دن بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا تو اس دن اللہ تعالیٰ ریاکاروں سے کہے گا کہ ان لوگوں کے پاس جاؤ جنہیں دکھلانے لے لیے تم دنیا میں اعمال انجام دیتے تھے تو دیکھو کہ ان کے پاس تمہیں اس کا کوئی بدلہ ملتا ہے؟؟

14۔ صلاۃ تراویح کا اہتمام نہ کرنا:

رمضان المبارک کے خصوصی اعمال میں سے ایک اہم عمل قیام رمضان یعنی صلاۃ تراویح بھی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان کی ترغیب تو دلاتے تھے تاہم سختی سے اس کا حکم نہیں دیتے تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے:

ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو تراویح کے نام پر کتاب و سنت کے فرامین اور اس کے احکام سے کھلم کھلا کھلوڑا کرتا ہے اور شیعینہ کے نام سے ایک ہی رات میں راجدھانی ایکسپریس سے تیز دوڑنے والے امام کے پیچھے پورا قرآن مجید سن کر تراویح کی نماز سے فارغ ہو جاتا ہے۔ اور پھر پورا رمضان ایسے لوگوں کو تراویح کی نماز ادا کرنے کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ ان کے خیال کے مطابق تراویح کی نماز محض ختم قرآن کے لیے پڑھی جاتی ہے جیسے ہی قرآن مکمل ہوا تراویح کی نماز بالکل ختم۔

اصل میں ان کے اندر یہ نظریہ بعض نام نہاد علماء کی جانب سے پیدا کردہ ہے جنہوں نے ماہ رمضان کو تجارت و کمائی کا مہینہ سمجھ کر اس قسم کی ہفتوات و خرافات کو عوام کے اندر رواج دیا حالانکہ ان کا یہ طریقہ کار کتاب و سنت کی تعلیمات کے بالکل مخالف ہے۔ کیونکہ نماز تراویح کا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ اس میں قرآن کریم کا ختم ہونا لازمی و ضروری ہے، نہ ہی نزول قرآن کا یہ مقصد ہے کہ تلاوت کے نام پر اس کا تماشہ بنا لیا جائے اور پڑھنے والے کو کوئی خبر نہ ہو کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے اور نہ ہی سننے والوں کو علم ہو کہ امام صاحب ہمیں راجدھانی ایکسپریس پر سوار کر کے کہاں کے لیے رواں دواں ہیں؟ بلکہ تلاوت قرآن کا اصل مقصد مندرجہ ذیل ہے:

(الف) اس طرح اس کی تلاوت کرنا ہے جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ

ادا کر کے مسجد سے باہر نکل جاتی ہے اور جماعت ترک کرنے کی وجہ سے پوری رات جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے ثواب سے وہ بالکل محروم ہو جاتی ہے۔

چنانچہ نماز تراویح سے متعلق حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک لمبی روایت میں ہے کہ پھر پچیسویں رات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ قیام کیا یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کاش آج آپ ساری رات ہی قیام کرتے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا:

”إِنَّهُ مَنْ قَامَ مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ كُتِبَ لَهُ قِيَامَ لَيْلَةٍ“ (سنن الترمذی أَبْوَابِ الصَّوْمِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَابُ : مَا جَاءَ فِي قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ: ۸۰۶ وقال: حسن صحيح، سنن النسائي: ۱۶۰۵، سنن ابن ماجه: 1327 وصححه الألباني)

جو شخص امام کے ساتھ قیام کرے یہاں تک کہ امام قیام سے فارغ ہو جائے تو اس کے لیے پوری رات کے قیام کا اجر و ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔

اس حدیث کو سامنے رکھ کر مذکورہ بالا صفات کے حاملین افراد کو اپنے اس طرز عمل سے باز آ کر باجماعت وتر کی نماز ادا کرنی چاہیے۔

16- شیعینہ تراویح:

نماز تراویح کی اہمیت و فضیلت سے متعلق اوپر بات گزر چکی ہے لیکن اس کی اس قدر اہمیت و فضیلت کے باوجود بھی مسلمانوں بالخصوص تاجروں اور صنعت کاروں کا

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ] (البقرة: ۱۲۱)

وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے، یہی لوگ اس پر ایمان رکھنے والے ہیں اور جو شخص اس کا انکار کرے گا ایسے ہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں۔

حق تلاوت یہ ہے کہ قرآن کو اسی طرح پڑھا جائے جس طرح وہ آسمان سے نازل ہوا اور جبرئیل علیہ السلام نے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھ کر سنایا اور جس طرح آپ نے صحابہ کرام کو اسے سکھایا، ارشاد بانی ہے:

[وَقُرْءَانَا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَىٰ مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا] (الاسراء: ۱۰۶)

اور قرآن کو ہم نے اجزاء میں نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کو آہستہ آہستہ پڑھ کر سنائیں اور ہم نے اسے بتدریج اتارا ہے۔

نیز فرمایا: [وَرَتَّلِ الْقُرْءَانَ تَرْتِيلًا] (الزلزل: ۴)

اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھیے۔

لہذا قرآن کو خواہ کوئی نماز میں ہو یا غیر نماز میں خوب ٹھہر ٹھہر کر ترتیل کے ساتھ مخارج حروف کا خیال رکھتے ہوئے پڑھنا چاہیے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل تھا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْطَعُ قِرَاءَتَهُ يَقْرَأُ: [الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ]، ثُمَّ يَقِفُ [الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ] ثُمَّ يَقِفُ، وَكَانَ يَقْرَأُهَا [مَلِكٍ يَوْمَ الدِّينِ] (سنن الترمذی أبواب القراءات عن

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَابٌ: فِي فَاتِحَةِ الْكِتَابِ: ۲۹۲ وصححه الألباني)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قراءت میں ایک ایک آیت الگ الگ کر کے پڑھتے تھے، آپ (الحمد للرب العالمین) پڑھتے پھر وقفہ کرتے، اس کے بعد (الرحمن الرحیم) پڑھتے پھر وقفہ کرتے، اور آپ (مالک یوم الدين) پڑھتے تھے۔

(ب) قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ ساتھ اس میں تدبر اور غور و فکر بھی کرنا ضروری ہے کیونکہ اس کتاب کے نزول کا مقصد ہی اس کی تلاوت کرنا، اس میں تدبر اور غور و فکر کرنا اور اس کو اپنا دستور حیات بنانا ہے۔ ارشاد بانی ہے:

[كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ] (ص: ۲۹)

یہ کتاب بابرکت ہے جسے ہم نے تمہاری طرف اس لیے نازل فرمایا ہے کہ اس کی آیتوں میں غور و فکر کریں اور عقلمند اس سے نصیحت حاصل کریں۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا: [أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْءَانَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَفْعَالٌهَا] (سورہ محمد: ۲۴)

کیا وہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں؟

(ج) تین دن سے قبل قرآن مجید کی تلاوت مکمل نہ کی جائے کیونکہ تین دن سے پہلے قرآن ختم کرنا اسے نہ پڑھنے کے مصداق ہے اور یہ قرآن کے ساتھ ظلم اور اس کی حق تلفی ہے۔

وَقَرَّبِيلِهِ بَاب : فِي كَمْ يُقْرَأُ الْقُرْآنُ؟ ۱۳۹۰ سنن الترمذی: ۲۹۴۶ و صحیحہ الألبانی)
ان تمام نصوص کی روشنی میں ایک مسلمان بالخصوص علماء وائمہ مساجد کے لیے ضروری ہے کہ وہ نماز تراویح میں قرآن کو ترتیل، غور و فکر اور تدبر کے ساتھ تلاوت کریں اور تین دن سے قبل ہرگز قرآن مجید ختم کرنے کی کوشش نہ کریں۔
17- شب قدر کی قدر نہ کرنا:

شب قدر کی اہمیت و فضیلت سے ہر صاحب ایمان واقف ہے لیکن اس کے باوجود ملت اسلامیہ کی اکثریت شب قدر کی راتوں کو عام راتوں کی طرح سوتے ہوئے گزار دیتی ہے یا ایک مخصوص رات کو شب بیداری بھی کرتی ہے تو لایعنی اور فضول کاموں میں مصروف نظر آتی ہے۔ نہ تو لوگ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور نہ ہی تہجد و نوافل کی ادائیگی، بلکہ پوری رات کھانے پینے اور سیر و تفریح میں گزار دیتے ہیں جب کہ بعض جگہوں پر نوجوان نسل بانیک پر سوار ہو کر ریٹنگ کرتے ہوئے نظر آتی ہے جو بسا اوقات ان کی موت کا سبب بھی بن جاتا ہے۔ اس طرح شب قدر کی یہ پوری رات لہو و لعب میں گزار دی جاتی ہے یہاں تک کہ صبح صادق طلوع ہو جاتا ہے۔ پھر یہ لوگ سحری کھا کر فجر کی نماز ادا کیے بغیر نیند کی آغوش میں چلے جاتے ہیں۔ اور اس طرح شب قدر کی مکمل ناقدری کی جاتی ہے۔ جب کہ یہ رات ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ ارشاد بانی ہے:

[لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ] (القدر: ۳)
اور اس میں قیام کرنا گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں کتنے دنوں میں قرآن کی تلاوت کروں؟ تو آپ نے فرمایا: ”إِقْرَأِ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ شَهْرٍ“ تم قرآن کی تلاوت ہر ایک ماہ میں (مکمل) کرو، تو انہوں نے کہا کہ میں اس سے قبل قرآن (مکمل طور پر) پڑھنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: ”فَاقْرَأْهُ فِي كُلِّ عَشْرِينَ“ تم اسے ہر بیس دن میں پڑھو، انہوں نے کہا کہ میں اس سے بھی پہلے قرآن ختم کرنے کی طاقت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا: إِيْحْتِمُهُ فِي خَمْسَةِ عَشَرَ تَمَّ اسے پندرہ دن میں ختم کرو، انہوں نے کہا کہ میں اس سے بھی قبل قرآن مجید کی تلاوت کرنے کی طاقت رکھتا ہوں، تو آپ نے فرمایا: فَاقْرَأْهُ فِي كُلِّ عَشْرٍ تَمَّ اسے ہر دس دن میں تلاوت کرو، تو انہوں نے پھر کہا کہ میں مزید پہلے قرآن کی تلاوت کرنے کی طاقت رکھتا ہوں، تو آپ نے فرمایا: ”فَاقْرَأْهُ فِي كُلِّ سَبْعٍ“ تم ہر سات دن میں اسے مکمل طور پر پڑھ سکتے ہو، تو انہوں نے مزید پہلے ختم کرنے کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا: إِيْحْتِمُهُ فِي خَمْسِ تَمَّ اسے پانچ دن میں ختم کر سکتے ہو، انہوں نے اور پہلے قرآن کریم کی تلاوت مکمل کرنے کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا: لَا يَفْقَهُ مَنْ قَرَأَهُ فِي أَقَلِّ مِنْ ثَلَاثِ جَسْ شَخْصٍ نے قرآن کو تین دن سے پہلے پڑھا اور اسے ختم کر دیا تو اس نے اسے سمجھا ہی نہیں۔ (صحیح مسلم کتاب: الصِّيَامُ. بَاب: النَّهْيُ عَنِ صَوْمِ الدَّهْرِ: ۱۱۵۹ و سنن أبي داؤد: كِتَابُ الصَّلَاةِ أَبْوَابُ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ، وَتَحْزِينِهِ،

فرمان مصطفیٰ ہے:

”مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ“ (صحیح البخاری کتاب: الصَّوْمُ،

بَاب مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا: ۱۹۰۱)

جو شخص ایمان کے ساتھ اور طلب اجر و ثواب کی خاطر لیلیۃ القدر کا قیام کرے اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

لہذا ایسے لوگوں کو اپنے اس طرز عمل سے اجتناب کرتے ہوئے اس رات کو اللہ کی رضا و خوشنودی میں بسر کرنی چاہیے۔

18- روزانہ وعظ و نصیحت کا اہتمام کرنا:

یقیناً کتاب و سنت کی تعلیمات سے لوگوں کو باخبر کرنا وقت کی ایک اہم ضرورت ہے لیکن اس مقصد کو کامیاب بنانے کے لیے مناسب طریقہ اختیار کرنا بھی انتہائی ضروری ہے، اور یہ اسی وقت ہوگا جب کہ اسلاف کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اس پر عمل کیا جائے۔

چنانچہ اسلاف کا طریقہ یہ تھا کہ وہ روزانہ وعظ و نصیحت نہیں کرتے تھے بلکہ ہفتہ میں ایک یا دو دن اس کا اہتمام کرتے تھے۔ جیسا کہ ابووائل بیان کرتے ہیں:

”كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِي كُلِّ خَمِيسٍ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، لَوْ دِدْتُ أَنَّكَ ذَكَرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ، قَالَ: أَمَا إِنَّهُ يَمْنَعُنِي مِنْ ذَلِكَ أَنِّي أَكْرَهُ أَنْ أَهْلِكُمْ، وَإِنِّي أَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا؛ مَخَافَةَ السَّامَةِ

عَلَيْنَا“ (صحیح البخاری کتاب: الْعِلْمُ بَاب مَنْ جَعَلَ لِأَهْلِ الْعِلْمِ أَيَّامًا مَعْلُومَةً: ۷۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے تھے، تو ایک شخص نے ان سے کہا کہ: اے ابو عبدالرحمن! ہماری خواہش ہے کہ آپ ہمیں روزانہ وعظ و نصیحت کریں، تو انہوں نے فرمایا کہ: ایسا کرنے سے مجھے یہ بات روکتی ہے کہ میں تم لوگوں کو اکتاہٹ میں مبتلا کرنے کو ناپسند کرتا ہوں اور میں وعظ و نصیحت کرنے میں وقت کی رعایت کرتا ہوں، جس طرح کہ ہمارے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وقت کی رعایت کرتے تھے کہ کہیں ہم اکتاہٹ اور بے چینی میں نہ مبتلا ہو جائیں۔

وعظ و نصیحت کرنے کے تعلق سے اس واضح فرمان کے باوجود بعض متولیان اور عوام علماء و ائمہ مساجد کو روزانہ وعظ و نصیحت کرنے کے لیے مکلف کرتے ہیں اور اس کو جزو دین و ایمان تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ وعظ و نصیحت کا یہ نیا طریقہ ایک نہ ایک دن عوام کو بے چینی اور اکتاہٹ میں مبتلا کر دے گا اور نتیجہ یہ نکلے گا کہ لوگ ایک دن بھی سننے کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔

لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ وعظ و نصیحت کرنے میں بھی سلف صالحین کا طریقہ اختیار کیا جائے اسی میں حکمت بھی ہے اور بھلائی بھی۔

19- وقت سے پہلے صدقہ فطر نکالنا اور بھیک کی طرح اسے فقراء میں تقسیم کرنا:

صدقہ فطر ہر آزاد، غلام، مرد، عورت، بچے، بوڑھے

اسی وقت کہا جائے گا جب کہ اسے عید گاہ جانے سے قبل فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیا جائے۔

اب سوال یہ ہے کہ صدقۃ الفطر کب نکالا جائے؟ تو اس تعلق سے افضل طریقہ یہ ہے کہ شوال کا چاند نظر آنے کے بعد اسے نکالا جائے اور عید گاہ جانے سے قبل اسے تقسیم کر دیا جائے۔ ہاں چاند نکلنے سے ایک دو دن پہلے بھی صدقۃ الفطر نکالنا جائز ہے جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کا صحیح ثبوت ملتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود لوگوں کی اکثریت دس پندرہ دن پہلے ہی صدقۃ الفطر نکال کر بھیک کی طرح اسے تھوڑا تھوڑا تقسیم کرتی ہے اور بسا اوقات بیچ جانے کی صورت میں اسے عید الفطر کی نماز کے بعد ادا کرتی ہے۔ حالانکہ یہ طریقہ سنت نبوی اور عمل صحابہ کے سراسر خلاف ہے۔

لہذا ایسا کرنے سے گریز کرنا چاہیے اور ایک دو دن قبل یا شوال کا چاند نظر آنے کے بعد ہی صدقۃ الفطر نکالنا چاہیے اور بھکاریوں میں اسے بطور بھیک تھوڑا تھوڑا تقسیم کرنے کے بجائے فقراء و مساکین کو زیادہ سے زیادہ مقدار میں دے کر عید گاہ جانے سے قبل ہی اسے جلد از جلد تقسیم کر دینا چاہیے۔

20۔ صدقات و خیرات کے نام پر غرباء و مساکین کو

ذلیل و رسوا کرنا:

رمضان المبارک میں خصوصی طور پر صدقات و خیرات کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور الحمد للہ لوگ فقراء و مساکین پر حتی المقدور خرچ بھی کرتے ہیں لیکن انہیں لوگوں میں کچھ ایسے بھی افراد اور رفاہی ادارے بھی ہیں جو اپنی شہرت

اور چھوٹے بڑے مسلمان پر فرض ہے۔ اور نماز عید کے لیے نکلنے سے پہلے ہی اسے فقراء و مساکین کو دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے معلوم ہوتا ہے:

”فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ، وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى، وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ“ (صحيح البخاري كتاب: الزكاة باب: فَرَضِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ: ۱۵۰۳)

رسول اللہ ﷺ نے کھجور میں سے ایک صاع، جو میں سے ایک صاع صدقۃ الفطر مسلمانوں میں سے غلام، آزاد، مذکر، مؤنث اور چھوٹے بڑے پر فرض کیا اور یہ حکم دیا کہ نماز عید کے لیے نکلنے سے پہلے ادا کیا جائے۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

”مَنْ آذَاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ، وَمَنْ آذَاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ“ (سنن أبي داود كتاب الزكاة باب: زَكَاةُ الْفِطْرِ: ۱۶۰۹ و صححه الألباني)

جو شخص اسے (صدقۃ فطر) نماز عید سے پہلے ادا کرے تو وہ مقبول زکاۃ ہے اور جو شخص نماز عید کے بعد ادا کرے تو وہ عام صدقوں میں سے ایک صدقہ ہے۔

ان تمام نصوص سے جہاں صدقۃ فطر کا وجوب ثابت ہوتا ہے وہیں اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ اسے صدقۃ الفطر

خرچ کیا؟

قارئین کرام! یہ ہے رمضان المبارک کے تعلق سے مسلمانوں کا طرز عمل جسے پڑھ کر آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آج کا مسلمان دنیا اور اس کی رنگینیوں میں کس قدر کھویا ہوا ہے کہ اس کے اندر سے آخرت کا احساس دھیرے دھیرے ختم ہوتا جا رہا ہے اور اچھائی برائی اور نیکی و بدی کی تمیز مٹتی جا رہی ہے اور وہ ماہ رمضان جیسے بابرکت مہینے کو پا کر کے بھی اسے دیگر مہینوں کی طرح گزار دیتا ہے اور اسے ذرا بھی اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ کہیں یہ بابرکت مہینہ اس کی زندگی کا آخری رمضان نہ بن جائے اور آئندہ سال رمضان المبارک کے آنے سے قبل ہی وہ اس دنیا سے کوچ کر جائے۔

لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ امت مسلمہ اس ماہ مبارک کو غنیمت تصور کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ اس کے فیوض و برکات سے مستفید ہونے کی کوشش کرے اور لہو لعب کے بجائے عبادت و ریاضت میں اپنا وقت صرف کرے۔ نیز ائمہ و خطباء مساجد بھی ان امور کی طرف توجہ دیں اور سماج و معاشرے سے ان کمیوں، کوتاہیوں اور خرابیوں کو دور کرنے کی کوشش کریں اسی میں دنیا و آخرت کی بھلائی، جہنم سے آزادی اور جنت کا حصول ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔



و ناموری اور ریاکاری و دکھاوے کے لیے ان غرابو مساکین کی تھوڑی بہت مدد کر کے ان کے ساتھ اپنی تصویریں نکال کر شوٹل میڈیا اور پرنٹ میڈیا میں اسے شائع کر کے ان کی عزت و ناموس کا جنازہ نکال دیتے ہیں جس کی وجہ سے ان بیچارے غریبوں کو ایسی ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ سماج و معاشرے میں ان کا جینا مشکل ہو جاتا ہے اور وہ ذلت و رسوائی کے خوف سے لوگوں سے اپنا منہ چھپائے پھرتے ہیں۔

حالانکہ شریعت اسلامیہ نے ایسا کرنے سے سختی سے منع کیا ہے اور ایسا کرنے والوں کے صدقات و خیرات کو باطل قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ]
(البقرہ: ۲۶۴)

اے ایمان والو! اپنے صدقات و خیرات کو احسان جتلا کر کے اور تکلیف و اذیت پہنچا کر کے باطل اور بے کار مت کرو، اس شخص کی طرح جو لوگوں کو دکھلانے کے لیے اپنا مال خرچ کرتا ہے اور اللہ و یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔

لہذا ان افراد اور رفاہی اداروں کو چاہیے کہ اپنی شہرت طلبی اور ناموری کے لیے کسی کی عزت و ناموس سے کھلواڑ نہ کریں بلکہ اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے اس کی راہ میں خرچ کریں اور ایسا طریقہ اپنائیں کہ بائیں ہاتھ کو بھی نہ معلوم ہو کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا

زکاة کے مصارف

ڈاکٹر عبدالصبور ابوبکر

استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس

سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةٌ مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ
عَلِيمٌ حَكِيمٌ [التوبة: ۶۰]

ترجمہ زکاة صرف فقیروں اور مسکینوں اور اس کے وصول کرنے والوں کے لئے ہے اور ان لوگوں کے لئے ہے جن کا دل جیتنا ہو اور گردن آزاد کرانے میں اور قرضداروں کے لئے، اور اللہ کے راہ میں اور مسافر کے لئے، اللہ کی جانب سے فرض ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تفصیل کے ساتھ زکاة کے آٹھ مصارف کا ذکر فرمایا ہے اور ان آٹھوں قسموں کو انما سے محصور کر دیا ہے، جو اس بات کی صریح دلیل ہے کہ زکاة کے مستحقین صرف وہی آٹھ قسم کے لوگ ہیں جن کا ذکر آیت کریمہ میں ہے، ان کے علاوہ کسی اور مصرف پر زکاة کا استعمال درست نہیں ہے۔

ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جن مصارف کا ذکر فرمایا ہے ان کے علاوہ کسی بھی جگہ زکاة دینا جائز نہیں ہے جیسے مساجد اور پلوں کی تعمیر کرنا، پینے کا برتن بنانا، سڑکوں یا باندھوں کی اصلاح و مرمت کرنا، میت کو کفن دینا اور مہمانوں پر کشادگی سے خرچ کرنا یا ان کے علاوہ دیگر

الحمد لله، والصلاة والسلام على رسول الله،
وعلى آله وصحبه ومن والاه، أما بعد:

اسلام کے ارکان خمسہ میں سے ایک اہم رکن زکاة ہے۔ قرآن و حدیث میں جا بجا نماز و زکاة کو ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے، جو زکاة کی اہمیت پر دلالت کرتا ہے۔ زکاة مال داروں سے لے کر فقراء و مساکین میں تقسیم کی جاتی ہے۔ مالداروں کے لئے زکاة حلال نہیں ہے۔ صاحب نصاب ہونے کے باوجود زکاة نہ ادا کرنے والے جیلوں کے بارے میں قرآن و حدیث میں سخت وعید آئی ہے اور دردناک عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن حکیم کے اندر زکاة کے مستحقین کا تفصیلی ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ زکاة کے مصارف کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت و متعین ہیں۔ اس مضمون میں انہیں مستحقین اور زکاة کے مصارف کا اختصار کے ساتھ ذکر کرنے کا ارادہ ہے۔ واللہ الموفق والهادي إلى سواء السبيل.

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: [إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ
لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا
وَالْمَوْلَّاتِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْعَارِمِينَ وَفِي

بھلائی کے کاموں میں صرف کرنا جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا ہے۔ (المعنی: ۲/۳۹۷)

مصارف زکاة یعنی وہ مخصوص افراد جن پر زکاة کے مال کو صرف کرنا واجب ہے اور جن کی تعیین اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے اندر فرمادی ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور شخص کے لئے زکاة لینا جائز نہیں ہے۔ مصارف زکاة کی مجموعی تعداد آٹھ ہے جن کی مختصر وضاحت درج ذیل ہے:

پہلا مصرف: (لِلْفُقَرَاءِ):

یہ فقیر کی جمع ہے۔ فقیر اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس اپنے اہل خانہ کی ضروریات پوری کرنے کے لئے کچھ نہ ہو یا صرف آدھے سال سے کم اخراجات کا بندوبست ہو۔

دوسرا مصرف: (وَالْمَسَاكِينِ):

یہ مسکین کی جمع ہے۔ مسکین اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس کچھ مال ہو مگر اتنا نہ ہو جو اس کے اہل خانہ کی سال بھر کی ضروریات کے لئے کافی ہو۔

فقیر و مسکین کے مفہوم میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے لیکن جو مفہوم یہاں بیان کیا گیا ہے وہ آیت کے سیاق کے موافق ہونے کی وجہ سے راجح ہے۔ مذکورہ بالا تفسیر کی روشنی میں فقیر، مسکین سے زیادہ محتاج اور ضرورت مند ہوتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو مقدم کیا ہے اور جب مطلقاً فقیر یا مسکین کا لفظ بولا جائے دونوں ایک دوسرے میں داخل ہوتے ہیں کیونکہ دونوں کا اطلاق ایک دوسرے کے لئے ہوتا ہے اور جب ایک ساتھ جمع ہوں تو دونوں میں فرق کیا جاتا ہے جیسا کہ مذکورہ آیت میں فرق کیا

گیا ہے۔

اکثر اہل علم کے نزدیک ان دونوں لوگوں کو زکاة سے اتنا مال دیا جائے گا جو ان کے اور ان کے گھر والوں کے لئے ایک سال تک کافی ہو۔ مثلاً اگر ایک شخص کی ماہانہ کمائی بیس ہزار روپے ہوں لیکن فیملی بڑی ہونے کی وجہ سے ہر ماہ بیس ہزار روپے کا خرچ آتا ہو تو یہ شخص مسکین ہے، کیونکہ اس کے پاس مال تو ہے مگر اخراجات کے لئے کافی نہیں ہے۔ گویا اس شخص کا سالانہ متوقع خرچ تین لاکھ ساٹھ ہزار روپے ہیں اور کمائی ہے دو لاکھ چالیس ہزار۔ اب ایسے شخص کو زکاة کے اموال میں سے ایک لاکھ بیس ہزار دیا جائے گا تاکہ اس کے گھر کا سالانہ نان و نفقہ پورا ہو سکے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کی فیملی کا ماہانہ خرچ بیس ہزار ہے اور اس کے پاس کمائی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے تو ایسے شخص کو زکاة سے ایک سال کے برابر خرچ یعنی دو لاکھ چالیس ہزار دیا جائے گا اور بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ فقیر و مسکین کو زکاة کے مال میں سے اتنا دیا جائے گا جس سے وہ مالدار ہو جائے۔

علماء کا کہنا ہے کہ ایک غریب و مسکین کو صرف ایک سال تک کا خرچ اس لئے دیا جائے گا کہ سونا و چاندی وغیرہ میں ایک سال پورا ہونے پر زکاة واجب ہوتی ہے۔ لہذا ایک سال مکمل ہونے پر فقیر و مسکین کے لئے دوبارہ نئے سرے سے زکاة واجب ہو جائے گی۔

سال و مقدار کی تحدید کسی شرعی نص سے ثابت نہیں ہے یہ علماء و فقہاء کا اجتہاد ہے، لہذا اس میں ضروریات و مصالح کا اعتبار کرنا اولیٰ ہے، جیسے فقراء کی تعداد اگر زیادہ

سے کچھ مل جانا بہتر ہے کو مد نظر رکھتے ہوئے وصولی کرنے والے کی ہر شرط کو مان لے یا وصول کئے ہوئے مال کا 30%، یا 40%، یا 50% سے دے دے۔ یہ مصلحت زکاۃ کے بھی خلاف ہے کیونکہ جو زکاۃ نکالتا ہے وہ چاہتا ہے کہ اس کی دی ہوئی زکاۃ مستحق تک پہنچے۔ امام طبری رحمہ اللہ فقہاء کے مختلف اقوال کو لکھنے کے بعد کہتے ہیں: ”وَأُولَى الْأَقْوَالِ فِي ذَلِكَ بِالصَّوَابِ قَوْلُ مَنْ قَالَ يُعْطَى الْعَامِلَ عَلَيْهَا قَدْرَ عَمَلَاتِهِ وَأَجْرَ مِثْلِهِ“ (تفسیر الطبری: ۱۱/۵۱۸)

یعنی اس مسئلہ میں سب سے درست بات ان لوگوں کی ہے جو کہتے ہیں کہ وصولی کرنے والے کو اس کے عمل و محنت کے بقدر دیا جائے گا۔

چوتھا مصرف: (وَالْمَوْلَاةُ قُلُوبُهُمْ) تالیف قلب کے لئے دینا:

یعنی معاشرے کے ایسے بااثر کفار کو دینا جن کے اسلام لانے کی امید ہو یا اس مسلم شخص کو دینا جو ابھی جلد اسلام میں داخل ہوا ہے تاکہ اس کی دلجوئی ہو، اسے تقویت اور حوصلہ ملے۔ اسی طرح ہر اس مسلم یا غیر مسلم کو بھی اس مصرف کے تحت دیا جاسکتا ہے جس کے شر سے بچنا مقصود ہو، یا جس کے اسلام سے پھر جانے کا خوف ہو تو اسلام پر ثابت قدم باقی رہنے کے لئے دیا جائے۔

صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ”وَاللَّهِ لَقَدْ أَعْطَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَعْطَانِي، وَإِنَّهُ لَا يُبْغِضُ النَّاسَ إِلَيَّ، فَمَا بَرِحَ يُعْطِينِي حَتَّىٰ إِنَّهُ

اور موصولہ زکاۃ کم ہو تو سال بھر کے خرچ کی رعایت نہ کر کے حسب الامکان سب کو دیا جائے۔

تیسرا مصرف: (وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا) زکاۃ وصول کرنے پر مقرر لوگ:

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں حاکم وقت یا ولی الامر نے زکاۃ وصول و تقسیم کرنے یا حساب و کتاب رکھنے یا حفاظت و نگہداشت پر مامور کیا ہو۔

زکاۃ وصول کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ عاقل، امانت دار اور اکثر اہل علم کے نزدیک مسلم ہو، جبکہ بعض علماء نے لفظ کی عمومیت کو دیکھتے ہوئے کہا کہ اگر زکاۃ وصول کرنے والا غیر مسلم ہو تو وہ بھی زکاۃ کے مستحقین میں داخل ہوگا۔

زکاۃ وصول کرنے والے کو کتنا دیا جائے گا اس بارے میں کوئی متعین و معلوم نصاب نہیں ہے بلکہ امیر و غریب کی تفریق کئے بغیر اس کے کام و محنت کی نوعیت کے اعتبار سے اس کا اجر متعین کیا جائے گا۔

یاد رہے کہ زکاۃ یا چندہ وصول کرنے والوں کو ان کی محنت و مشقت کے بقدر اور صلاحیت و قابلیت کے اعتبار سے اجرت دی جائے گی کیونکہ یہ لوگ محض زکاۃ کو ان کے مستحقین تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں نہ کہ اس کے اصل حقدار، لہذا ایسا نہ ہو کہ زکاۃ یا چندہ کا اکثر و اغلب حصہ وصولی پر مامور افراد کو ہی دے دیا جائے اور ان سے جو بچے وہ اصل مستحقین تک پہنچایا جائے۔ اسی طرح ولی الامر یا ذمہ دار کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ صرف اس قاعدہ نہ ملنے

لأحب الناس إلي“ (صحیح مسلم: ۲۳۱۳)

”اللہ کی قسم! مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے (حنین کے دن) کچھ عطیہ دیا، اس وقت آپ میرے نزدیک سب سے مبعوض شخص تھے، پھر برابر آپ مجھے عطیہ دیتے رہے یہاں تک کہ آپ میرے نزدیک سب سے محبوب شخص بن گئے۔

تالیف قلب کے لئے زکاۃ میں سے صرف اتنا ہی دیا جائے گا جتنے میں مقصود حاصل ہو جائے اور یہ جگہ اور حالات کے اعتبار کم و زیادہ ہوتا رہے گا۔

پانچواں مصرف: (وَفِي الرِّقَابِ) گردن آزاد کروانے میں:

اس سے مراد مکاتب غلام ہے یعنی وہ غلام جس نے اپنے آقا سے لکھا پڑھی کی ہو کہ ایک متعین رقم دے کر آزاد ہو جائے گا۔ ایسے شخص کو آزاد کرانے کے لئے زکاۃ کا مال صرف کرنا درست ہے، اسی طرح موجودہ زمانے میں اگر کوئی شخص قیدی ہے تو اسے چھڑانے کے لئے زکاۃ کا مال استعمال کیا جاسکتا ہے۔

اہل علم کا کہنا ہے کہ اس مصرف میں وہ مسلم بھی داخل ہے جو کفار کے قید میں ہو، اسے زکاۃ کا مال دے کر قید سے آزاد کرایا جاسکتا ہے بشرطیکہ تاوان کے علاوہ کسی اور طریقے سے رہائی ممکن نہ ہو۔

چھٹا مصرف: (وَالْغَارِمِينَ) مقروض یا قرض میں ڈوبے ہوئے لوگ:

یہ دو قسم کے لوگوں کو شامل ہے:

پہلی قسم: وہ مال دار شخص جو قرض لے پھر مفلس ہو جائے اور اس کے پاس اتنا مال نہ ہو جس سے قرض کی ادائیگی کر سکے تو اسے زکاۃ کے مال میں سے دینا درست ہے۔ اسے صرف اتنا دیا جائے گا جتنے میں وہ اپنے قرض کی ادائیگی کر سکے اور اگر اس کے پاس پہلے سے کچھ مال ہو لیکن قرض کی ادائیگی کے لیے ناکافی ہو تو اس کمی کے بقدر زکاۃ میں سے دیا جائے گا۔

دوسری قسم: وہ شخص جو دو قبیلوں یا خاندانوں یا گروہوں کے درمیان اپنی طرف سے روپے دے کر صلح کرادے تو اسے زکاۃ کے مال سے وہ رقم ادا کی جائے گی اگرچہ وہ مالدار ہو اور اس کے پاس دولت ہو۔

ساتواں مصرف: (وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ) اللہ کے راہ میں:

اس سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں علماء کے درمیان بڑا اختلاف ہے، لیکن آیت کریمہ کے سیاق و سباق سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد جہاد ہے، یعنی ظاہری طور پر اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے لڑنے والے مجاہدین اور جنگجو سپاہیوں پر زکاۃ کا مال صرف کیا جائے گا۔ اسی طرح زکاۃ کے مال سے جنگی ساز و سامان، گاڑی گھوڑا خریدنا بھی جائز ہے۔

بعض لوگوں نے کہا کہ فی سبیل اللہ سے مصلحت عامہ اور خیر و بھلائی کے تمام راستے مراد ہیں، یعنی کسی بھی خیر کے کام میں زکاۃ کا مال صرف کیا جاسکتا ہے جیسے مسجد اور جنرل لائبریری بنانا، اسپتال اور پل تعمیر کرنا، کسی کی شادی بیاہ میں

زکاۃ کے ان آٹھ مصارف پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقسیم نہایت عدل و انصاف اور علم و حکمت پر مبنی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ کو اپنی علم و حکمت کی صفت پر ختم کیا۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ مستحقین میں دو قسم کے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے: ایک وہ جنہیں محتاج اور ضرورت مند ہونے کی وجہ سے دیا جاتا ہے، اور اس کا فائدہ اس کی اپنی ذات کے لئے خاص ہوتا ہے۔ ایسے افراد کو اگر مالدار اپنے اموال کی زکاۃ کا حصہ دیتے رہیں تو معاشرے سے فقر و مسکنت اور غربی کا خاتمہ ہو جائے۔

اور دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جن سے اسلام اور عام مسلمانوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اسلام کو ان لوگوں کی ضرورت ہے تاکہ دین اسلام کو سر بلندی حاصل ہو، سماج میں امن و امان قائم ہو اور دعوت و تبلیغ کی راہیں آسان ہوں۔

اہم مسائل و فوائد:

☆ جمہور اہل علم کے نزدیک یہ تمام آٹھ تقسیمیں زکاۃ کے مصارف ہیں۔ بیک وقت ان سب کو زکاۃ دینا واجب نہیں ہے بلکہ امام کی صواب دید سے حسب ضرورت و مصلحت زکاۃ دی جائے گی اور بعض اہل علم کا یہ کہنا کہ آٹھوں مصارف پر تقسیم کرنا لازمی ہے، محل نظر ہے۔ جمہور کی رائے صحیح ہے۔ اس کی دلیل معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زکاۃ کا فقط ایک مصرف بیان فرمایا ہے کہ: ”أخبرهم أن الله قد فرض عليهم زكاة تؤخذ من أغنيائهم فترد على

خرج کرنا، افادہ عامہ کے لئے کنواں، تالاب کھودنا وغیرہ۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس سے مراد جہاد فی سبیل اللہ ہی ہے، اس کی سب قوی دلیل یہ ہے کہ اگر اس سے مراد تمام خیر کی چیزیں ہوتیں تو انما کے ذریعہ حصر کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور دوسری بات یہ کہ فقیر و مسکین کو دینا، یا زکاۃ وصول کرنے والے کو دینا یا اس کے علاوہ مذکورہ دیگر مصارف میں دینا وہ سب نیکی و بھلائی ہی کے راستے ہیں تمام صورتیں فی سبیل اللہ میں داخل ہیں لہذا انہیں الگ سے ذکر کرنے کا کوئی فائدہ باقی نہیں رہتا۔ لیکن فی سبیل اللہ سے جہاد مراد لینے کی صورت میں یہ تمام اشکالات ختم ہو جاتے ہیں۔ مفسرین کی ایک جماعت نے اس کی تفسیر جہاد ہی سے کی ہے جیسے: ابن عباس، ابن جریر طبری، ابن کثیر اور علامہ سعدی وغیرہ اور ائمہ اربعہ اور اکثر اہل علم نے اسی کو رائج قرار دیا ہے۔

اکثر اہل علم نے گھر بار اور رشتہ داروں کو چھوڑ کر علم شرعی کے حصول کے لئے نکلنے کو بھی جہاد میں شامل کیا ہے اور کہا کہ جہاد کی دو قسمیں ہیں: جہاد باللسان اور جہاد باللسان، لہذا شرعی علم کے حاصل کرنے والوں پر زکاۃ کا مال صرف کیا جاسکتا ہے۔

آٹھوں مصرف: (وَابْنِ السَّبِيلِ) یعنی مسافر:

اگر کوئی شخص سفر میں ہو اور اس کا نفقہ ختم یا چوری ہو جائے تو اسے زکاۃ کے مال میں سے اتنا دینا جائز ہے جس سے وہ اپنے سفر کو مکمل کرتے ہوئے اپنے وطن واپس پہنچ جائے خواہ وہ اپنے وطن میں مالدار ہی کیوں نہ ہو۔

قربانی ہے اتنا زیادہ وہ آپ کی زکاۃ مستحق ہے۔ ایک قربت داری وصلہ رحمی کی وجہ سے اور دوسرا فقیر و مسکین ہونے کی وجہ سے۔

سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”إِنَّ الصَّدَقَةَ عَلَى الْمَسْكِينِ صَدَقَةٌ وَعَلَى ذِي الرَّحْمِ اثْنَتَانِ صَدَقَةٌ وَصَلَةٌ“ (سنن النسائی: ۲۵۸۲، سنن ابن ماجہ: ۱۸۲۳، صحیح)

مسکین پر صدقہ کرنا (صرف) صدقہ ہے اور قربت دار پر صدقہ کرنا صدقہ اور وصلہ رحمی (دونوں) ہے۔

☆ زکاۃ کے وہ لوگ زیادہ مستحق ہیں جو صاحب مال اور اس کی دولت کے قریب رہنے والے ہوں اور جب تک زکاۃ کے مستحقین اس علاقہ میں ہیں بلا ضرورت و مصلحت زکاۃ وہاں سے باہر دوسرے شہر یا ملک میں نہ بھیجنا افضل ہے کیونکہ قریب میں رہنے والا اس کی زکاۃ کا زیادہ حقدار ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تَوَخَّذْ مِنْ أَغْنِيَاءِهِمْ وَتَرُدْ عَلَىٰ فَقَرَاءِهِمْ۔ یعنی زکاۃ ان کے مالداروں سے لیکر ان کے فقیروں میں بانٹی جائے گی۔

☆ بلا کسی شرعی عذر کے کسی مالدار کے لئے زکاۃ حلال نہیں ہے جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”لَا تَحُلُّ الصَّدَقَةَ لِغَنِيِّ، وَلَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ“ (مسند احمد: ۶۵۳۰، حسن)

کسی مالدار اور تندرست و توانا کے لئے صدقہ حلال نہیں ہے۔

فقراءہم“ (صحیح بخاری: ۱۳۹۵، صحیح مسلم: ۲۹) ”انہیں خبر کر دو کہ اللہ نے ان پر زکاۃ فرض کی ہے جو ان مالداروں سے لیکر ان کے فقیروں پر تقسیم کی جائے گی۔

☆ راجح قول کے مطابق حسب ضرورت و مصلحت ایک ہی صنف یا ایک ہی شخص کو محصول زکاۃ کی پوری رقم دی جاسکتی ہے، جیسے کسی گاؤں یا شہر میں اگر صرف ایک ہی شخص مسکین ہو تو پورے گاؤں یا شہر والے اسے اپنی زکاۃ دے سکتے ہیں حتیٰ کہ اس کے اور اس کے پیروار کے لئے ایک سال تک کے اخراجات کا بندوبست ہو جائے۔ اسی طرح ایک ہی شخص کو ہر سال زکاۃ دی جاسکتی ہے بشرطیکہ وہ اس کا مستحق ہو۔

☆ اگر کسی شخص کو اس کی فیملی کی تعداد کے حساب سے زکاۃ دی جائے تو اس پر واجب ہے کہ زکاۃ کا مال اپنے ان تمام اہل خانہ پر خرچ کرے جن کا نفقہ اس پر واجب ہے۔ اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ پوری زکاۃ خود کھا جائے یا صرف اپنی ذات کے لئے استعمال کرے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے فقراء و مسکین کو سب سے پہلے ذکر فرمایا ہے اس لئے زیادہ ضرورت مند ہونے کی وجہ سے سب سے پہلے زکاۃ کے یہی حقدار ہیں، ان کو مقدم کیا جائے گا، اور تمام مصارف زکاۃ میں اس قاعدہ پر عمل کیا جائے گا کہ ترجیح اسے دی جائے گی جو زیادہ ضرورت مند ہو۔

☆ زکاۃ کے مستحقین میں اس شخص کو مقدم کرنا اولیٰ ہے جو قربت دار ہو تاکہ وصلہ رحمی کا حق بھی ادا ہو اور مستحق کو زکاۃ بھی مل جائے۔ یاد رہے کہ جو آپ کا جتنا

چاہے وہ فقیر و مسکین ہو یا بقیہ مصارف میں سے کسی مصرف کے تحت آتا ہو، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”إن الصدقة لا تنبغي لآل محمد، إنما هي

أوساخ الناس“ (صحیح مسلم: ۱۰۷۲)

”صدقہ آل محمد کے لئے حلال نہیں ہے، کیونکہ وہ لوگوں کا میل ہے۔“

☆ بسا اوقات ایک شخص کو ایک سے زائد مصرف سے زکاۃ دی جاسکتی ہے جیسے اگر کوئی شخص زکاۃ وصول کرنے پر مقرر ہو تو اسے حسب عمل و اتفاق زکاۃ میں سے دیا جائے گا اور اگر وہ شخص فقیر یا مسکین ہو اور یہ تنخواہ اس کے اہل خانہ کے لئے سالانہ ضروری اخراجات کے لئے کافی نہ ہو تو اسے فقیر یا مسکین ہونے کی حیثیت سے بھی زکاۃ دی جائے گی۔

☆ زکاۃ کے مستحق کو ملنے والا مال اس کی ملکیت شمار ہوگی۔ وہ عام ملکیت کی طرح اس میں مکمل تصرف کر سکتا ہے اور اگر سال مکمل ہونے سے قبل اس کے پاس اتنی دولت آجائے کہ وہ فقیر یا مسکین نہ رہ جائے تو اسے زکاۃ میں ملا ہوا مال واپس نہیں کرنا ہوگا۔

☆ زکاۃ کے مستحق کو زکاۃ کا مال دیتے وقت یہ بتلانا ضروری نہیں ہے کہ یہ زکاۃ کا مال ہے کیونکہ ایسی صورت میں وہ ضرورت مند ہونے کے باوجود اسے لینے سے انکار کر سکتا ہے یا زکاۃ دینے والے کی نظر میں خود کو کمتر اور حقیر محسوس کر سکتا ہے۔ ہاں اگر کسی کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ مستحق ہونے کے باوجود زکاۃ کا مال قبول نہیں کرتا ہے تو ایسی صورت میں اسے باخبر کرنا ضروری ہے، بغیر

☆ مسجد، پل، سڑک وغیرہ کی تعمیر و مرمت کے لئے یا میت کے کفن کے لئے زکاۃ کا مال دینا جائز نہیں ہے۔

☆ اہل علم کے نزدیک شرعی علم سیکھنے اور سکھانے والوں پر زکاۃ کا مال صرف کیا جاسکتا ہے۔

☆ بوقت ضرورت زکاۃ کے مال سے نفع بخش علمی کتابیں نادار طلبہ کے لئے خریدی جاسکتی ہیں۔

☆ اگر کسی شخص پاس مال نہ ہو لیکن ہو تو اناتندرست ہو، کمائی پر قدرت رکھتا ہو پھر وہ کمائی چھوڑ کر علم شرعی کے حصول میں لگ جائے تو اس کے لئے زکاۃ میں سے دینا جائز ہے، کیونکہ طلب علم جہاد کی ایک قسم ہے اور اس میں عام مسلمانوں کی مصلحت مضمر ہے، لیکن اگر تو اناتن شخص کمائی چھوڑ کر صرف عبادت میں لگ جائے تو اس کے لئے زکاۃ کا مال حلال نہیں ہے بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ کمائی کر کے اپنے اخراجات کی تکمیل کرے۔

☆ بعض حالتوں میں غنی و مالدار کو بھی زکاۃ دیا جاسکتا ہے۔ جیسے زکاۃ وصول کرنے پر مقرر شخص یا وہ مسافر جس کا زاد سفر ختم ہو جائے۔

☆ بعض حالتوں میں کفار کو بھی زکاۃ دی جاسکتی ہے جیسے تالیف قلب کے لئے، یا ظلم و جبر اور شر و فساد سے بچنے کے لئے کسی کافر کو دینا اور بعض اہل علم کے نزدیک زکاۃ وصولی پر مقرر شخص اگر غیر مسلم ہو تو اسے بھی زکاۃ کا مال دیا جاسکتا ہے۔

☆ آل بیت کے لئے زکاۃ حلال نہیں ہے۔

بتائے ہوئے اسے زکاۃ دینا جائز نہیں ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ”إذا دفع المالك أو غيره الزكاة إلى المستحق، ولم يقل: هي زكاة، ولا تكلم بشيء أصلاً أجزأه، ووقع زكاةً، هذا هو المذهب الصحيح المشهور الذي قطع به الجمهور“ (المجموع: ۶/۲۳۳)

”صاحب مال یا کوئی اور مستحق کو زکاۃ دیتے وقت اگر یہ نہ کہے کہ زکاۃ ہے بلکہ مطلق خاموشی اختیار کر لے تو یہ کفایت کر جائے گا اور زکاۃ ادا ہو جائے گی، یہی جمہور کا مشہور اور صحیح مذہب ہے۔

اور ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب انسان مستحق کو اپنی زکاۃ دے، تو اگر وہ شخص ایسا ہو کہ زکاۃ لینے سے عموماً بچتا ہو اسے قبول نہ کرتا ہو تو صاحب زکاۃ پر واجب ہے کہ اسے زکاۃ دیتے وقت خبر کرے کہ یہ زکاۃ کا مال ہے، تاکہ اسے حقیقت حال کا علم ہو جائے پھر چاہے تو اسے قبول کرے اور چاہے انکار کر دے اور اگر ایسا شخص ہو جو زکاۃ کو عموماً قبول کرتا ہو تو ایسی صورت میں اسے خبر نہ کرنا مناسب ہے، کیونکہ اسے یہ بتلانا کہ یہ زکاۃ ہے اس میں ایک طرح کا احسان جتلا نا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى (البقرة: ۲۶۴)

”اے ایمان والو! اپنے صدقوں کو احسان جتا کر اور اذیت دے کر برباد نہ کرو۔

☆ صاحب مال کے لئے اصول و فروع میں سے

ہر اس شخص کو زکاۃ دینا جائز نہیں جس کا نفقہ اس پر واجب ہو جیسے باپ کا بیٹے کو زکاۃ دینا اور اگر کسی نے ایسا کیا تو گویا اس نے اپنے مال کو بچا لیا اور زکاۃ نہیں ادا کی، اور ہر وہ شخص جس کا نفقہ اس پر واجب نہ ہو اسے مستحق ہونے کی صورت میں زکاۃ دینا جائز ہے جیسے بیوی کا شوہر کو زکاۃ دینا۔

☆ زکاۃ دیتے وقت اعلان کرنا اس صورت میں افضل ہے جب مستحق شخص اس کے لینے میں کوئی حرج محسوس نہ کرے اور اعلان کرنے میں دوسروں کو ترغیب دلانا مقصود ہو، یا اس لئے کہ کسی کے دل میں صاحب مال سے متعلق بدگمانی پیدا نہ ہو، ورنہ چھپا کر دینا افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: [إِنْ تَبَدُّوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهِيَ خَيْرٌ لَّكُمْ] (البقرة: ۲۷۱)

”اگر تم صدقے خیرات کو ظاہر کرو تو وہ بھی اچھا ہے اور اگر چھپا کر فقیروں کو دے دو تو یہ تمہارے حق میں زیادہ اچھا ہے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”فیہ دلالة على أن إسرار الصدقة أفضل من إظهارها، لأنه أبعد عن الرياء؛ إلا أن يترتب على الإظهار مصلحة راجحة من اقتداء الناس به، فيكون أفضل من هذه الحثية... إلى أن قال: ثم إن الآية عامة في أن إخفاء الصدقة أفضل، وإن كانت مفروضة أو مندوبة“ (تفسیر ابن کثیر: ۷/۱۰۱)

”آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ زکاۃ

کرے، اسے گنے، حساب و کتاب کرے اور مستحقین کے درمیان تقسیم کرے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ خود کو (العاملین علیہا) میں شمار کر کے اپنی محنت کا حصہ اپنی زکاۃ سے نکال لے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر صاحب مال یا اس کا وکیل ہی زکوۃ تقسیم کرنے والا ہو تو ایسی صورت میں عامل (کام کرنے والے) کا حصہ ساقط ہو جائے گا اور زکاۃ بقیہ سات مصارف میں یا ان میں جو موجود ہوں ان میں تقسیم کی جائے گی۔ (المجموع للنووی: ۶/۱۸۵)

☆ آٹھوں مصارف میں سے ہر ایک پر فقط اتنا صرف کیا جائے گا جو کفایت کر جائے، کسی کو بھی ضرورت سے زیادہ دینا جائز نہیں ہے، چاہے فقیر ہو یا مسکین، عامل ہو یا مجاہد۔

☆ آٹھوں اقسام میں سے کون کتنے مال کا مستحق ہے؟ اس بارے میں کوئی صریح نص موجود نہیں ہے۔ مقدار کی تحدید و تعیین میں علماء کے اجتہادات موجود ہیں، اسی لئے اس کے بارے میں علماء و فقہاء کے اقوال مختلف ہیں۔ حاکم وقت یا ولی الامر کو چاہئے کہ عرف عام اور مصالح و ضروریات کے اعتبار سے اس کی تحدید کرے۔ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”یُعطى من الزكاة الكثير جداً، والقليل، لا حد في ذلك، إذ لم يوجب الحد في ذلك قرآن ولا سنة“ (المحلی: ۳/۲۸۰)

”زکاۃ میں سے بہت زیادہ یا کم دیا جاسکتا ہے، اس کی کوئی تحدید نہیں ہے، کیونکہ کتاب و سنت میں اس کی مقدار متعین نہیں ہے۔

چھپانا ظاہر کرنے سے افضل ہے، اس لئے کہ یہ ریاکاری سے بہت دور ہے، لیکن اگر ظاہر کرنے میں کوئی بڑی مصلحت مضمحل ہو جیسے لوگوں کو اس پر عمل کرنے کے لئے ابھارنا مقصود ہو، تو اس ناچے سے ظاہر کرنا افضل ہے... اور آیت کریمہ زکاۃ کے چھپا کر دینے کی افضلیت کے بارے میں عام ہے چاہے فرض زکاۃ ہو یا عام صدقہ ہو۔ بعض اہل علم نے فرض زکاۃ میں اظہار کو اور نفلی صدقات میں اخفاء کو افضل قرار دیا ہے۔

☆ مریض جس کے پاس فقر و مسکنت کی وجہ سے علاج کا پیسہ نہ ہو اسے علاج کے لئے زکاۃ میں سے دیا جائے گا، اسی طرح اگر کوئی دائمی مریض ہو جس کا برابر علاج چل رہا ہو اسے ایک سال تک کے علاج کا خرچ زکاۃ سے دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

☆ جو شخص غربت کی وجہ سے شادی کا مہر ادا نہ کر سکتا ہو، یا اس کے پاس شادی کے ضروری اخراجات برداشت کرنے کی طاقت نہ ہو اسے زکاۃ کے مال سے بقدر ضرورت دیا جاسکتا ہے، اس لئے کہ وہ فقیر ہے۔

☆ زکاۃ کا مال اس یتیم پر خرچ کیا جاسکتا ہے جسے وراثت میں اتنا مال نہ ملا ہو جو اس پر خرچ کے لئے کافی ہو، لیکن اگر کوئی یتیم وراثت میں کافی مال پایا ہو تو اس کے لئے زکاۃ کا مال حلال نہیں ہے کیونکہ اس کا شمار اب فقراء میں نہیں ہوگا اور کسی کا یتیم ہو جانا زکاۃ کے استحقاق کے لئے کافی نہیں ہے۔

☆ اگر صاحب مال خود ہی اپنی زکاۃ پر کام

جانتا ہے، ہاں اگر فقیر سفیہ یا مجنون ہو یا وہ صاحب مال یا زکاۃ تقسیم کرنے والے کو اپنا وکیل بنا دے تو ایسی صورت میں قیمت کے بدلے دوسری کوئی ایسی چیز دینا جائز ہے جس کا وہ محتاج ہو یا وہ اس کے لئے زیادہ نفع بخش ہو، امام بہوتی رحمہ اللہ کہتے ہیں: واجب زکاۃ کے مال سے گھوڑا خرید کر اللہ کے راہ میں دینا، یا زمین خرید کر مجاہدین کے لئے وقف کرنا، ناکافی ہے۔ (شرح منتهی الارادات: ۱/۴۵۸)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”إِخْرَاجُ الْقِيَمَةِ لِغَيْرِ حَاجَةٍ وَلَا مَصْلَحَةٍ رَاجِحَةٌ مَمْنُوعٌ مِنْهُ...؛ وَلَا أَنَّهُ مَنَى جُوزَ إِخْرَاجِ الْقِيَمَةِ مُطْلَقًا فَقَدْ يَعْدِلُ الْمَالِكُ إِلَى أَنْوَاعِ رَدِيئَةٍ، وَقَدْ يَقَعُ فِي التَّقْوِيمِ ضَرَرٌ...، وَأَمَّا إِخْرَاجُ الْقِيَمَةِ لِلْحَاجَةِ أَوْ الْمَصْلَحَةِ أَوْ الْعُدْلِ فَلَا بَأْسَ بِهِ“۔ (مجموع الفتاوى: ۲۵/۸۲)

”بلا حاجت اور غالب مصلحت کے زکاۃ کی قیمت نکالنا جائز نہیں ہے... اس لئے کہ اگر مطلقاً قیمت نکالنے کی اجازت دے دی جائے تو مالک رڈی چیزوں کا رخ کر سکتا ہے اور قیمت لگانے میں ضرر کا بھی خدشہ ہے.. ہاں حاجت و مصلحت کے پیش نظر قیمت وغیرہ نکالنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔“

هذا، وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم.



☆ فقر و مسکنت میں صرف کھانے پینے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ اس میں کھانا، کپڑا، مکان اور دیگر ضروریات سب داخل ہیں۔ لہذا فقیر و مسکین کو گھر بنوانے کے لئے زکاۃ کا مال دیا جاسکتا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”المطعم والملبس والمسكن وسائر ما لا بد له منه على ما يليق بحاله، بغير اسراف ولا اقتنار لنفس الشخص ولمن هو في نفقته“ (المجموع: ۶/۱۹۱)

”فقیر و مسکین کو کھانا، کپڑا، مکان اور دیگر تمام ضروری ساز و سامان جو اس کے لائق ہو دیا جائے گا بغیر فضول خرچی اور بخلات سے کام لئے ہوئے۔“

☆ کسی ایسے مدرسے یا ادارے کے لئے زکاۃ کا مال لینا حلال نہیں ہے جہاں غریب و فقیر بچے تعلیم حاصل نہ کر رہے ہوں اور اگر کسی جگہ غریب و امیر ہر طرح کے طلبہ پڑھ رہے ہوں تو اسی کے بقدر لینا درست ہے، البتہ زکاۃ کے علاوہ دیگر بہت سے سارے راستوں سے ادارے کے اخراجات حاصل کئے جاسکتے ہیں جیسے ہبہ، وقف اور عام صدقات وغیرہ۔

☆ مستحق کو زکاۃ کے مال یا درہم و دینار کے بدلے کوئی دوسرا سامان دینا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ فقیر اس چیز کا حاجت مند ہی کیوں نہ ہو، جیسے مریض کو زکاۃ کے مال کے بدلے دوائیاں خرید کر دینا، یا زکاۃ کے مال سے کوئی زمین خرید کر غریبوں پر وقف کرنا، یا جہاد کے لئے اسلحہ خرید کر دینا کیونکہ زکاۃ میں اصل قیمت اور نقدی مبلغ نکالنا ہے نہ کہ ساز و سامان دینا، اور فقیر اپنے مصالحوں و ضروریات کو بہتر

صدقہ فطر کے ضروری مسائل

ڈاکٹر محمد اسلم مبارک پوری

ہوتے ہیں تو بعض کے بھاری اور موٹے۔ یہی حال چاول، کھجور اور بعض دیگر اجناس کا بھی ہو سکتا ہے۔ علماء امت کی ایک بڑی تعداد نے گندم کے متوسط دانہ کا اعتبار کرتے ہوئے ایک صاع کو موجودہ وزن کے حساب سے ڈھائی کلو مقرر کیا ہے، لیکن یہ بات واضح رہے کہ وزنی چیز کے اعتبار سے اس سے زائد بھی ہو جائے گا۔ اسی لیے سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم ساحتہ الشیخ علامہ ابن باز۔ رحمہ اللہ۔ اور بعض دیگر علماء نے احتیاط کے پہلو کو ملحوظ رکھتے ہوئے ڈھائی کلو کے بجائے تین کلو بھی مقرر کیا ہے، لیکن اگر ڈھائی کلو ہی ادا کر دے تو اس کا فطرہ ادا ہو جائے گا، تاہم بہتر یہ ہے کہ صدقہ فطر صاع ہی سے ناپ کر کے ادا کیا جائے، تاکہ وزن کی کمی بیشی کا احتمال نہ رہے اور فطرہ ادا کرنے والا شبہات سے محفوظ رہے۔

صدقہ فطر میں ان اجناس کو نکالا جائے جو اس علاقہ کی عام غذا ہو۔ جہاں پر عام طور سے روٹی کھائی جاتی ہے وہاں گہیوں نکالا جائے اور جہاں عام طور سے چاول کھایا جاتا ہے وہاں کے لوگوں کو صدقہ فطر میں چاول دینا چاہیے۔ اس کے علاوہ دیگر اشیاء جن کا ذکر احادیث شریفہ میں پایا جاتا ہے ان کو بھی صدقہ فطر میں دیا جاسکتا ہے، مثلاً: کھجور، جو، سوکھا دودھ یا پنیر اور کشمش وغیرہ۔ اس سلسلہ میں حاجت

رمضان المبارک کے اختتام کے موقع پر ایک مسلمان کے لیے جو اعمال مشروع کیے گئے ہیں ان میں صدقہ فطر کی ادائیگی بھی ہے۔ اس کا ادا کرنا ہر اس مسلمان فرد کے لیے ضروری ہے جو اپنے اور اپنی اولاد کے عید کے دن اور اس کی رات کے ضروری اخراجات کی تکمیل کے بعد اتنی حیثیت کا مالک ہو کہ وہ صدقہ فطر ادا کر سکے تو اس کے لیے صدقہ فطر ادا کرنا ضروری ہے۔ زکاۃ کی طرح زکاۃ فطر کی ادائیگی کے لیے نصاب کا مالک ہونا ضروری نہیں ہے۔ صدقہ فطر رمضان المبارک سن دو ہجری میں عید سے ایک روز پہلے فرض قرار دیا گیا۔ اکثر علمائے امت اسی کے قائل ہیں۔

صدقہ فطر ایک صاع حجازی ہے جسے گھر کا سرپرست اپنی اور اپنے ان مذکورہ مؤنث افراد کی طرف سے ادا کرے گا جن کے خرچ کی ذمہ داری اس کے اوپر عائد ہوتی ہے۔ صاع دراصل ایک ناپ (پیمانہ) ہے جو عہد نبوی میں رائج تھا۔ ناپ والے اس برتن میں چیزوں کے ہلکے اور وزنی ہونے کی وجہ سے مقدار میں تفاوت ہونا لازمی امر ہے۔ اگر اس میں ہلکی چیز رکھی جائے تو اس کا وزن ہلکا ہوگا اور اگر وزنی چیز رکھی جائے تو اس کا وزن بھاری ہوگا۔ مچال کے طور پر گندم کی کئی قسمیں ہیں۔ بعض کے دانے ہلکے

افراد میں سے چند رضا کارانہ طور سے گاؤں کے حاجت مندوں اور مسلمان بستیوں میں جا کر ان کے درمیان تقسیم کر دیں تو یہ مستحق افراد تک پہنچنے کا تشریفی بخش اور بہترین ذریعہ ہوگا۔



اعتراف

سر سید احمد خان صاحب نے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کا ذکر آثار الصنادید (ص ۵۵۸) میں ان الفاظ سے کیا:

”زبدۃ اہل کمال، اسوۃ ارباب فضل و افضال مولوی نذیر حسین صاحب بہت صاحب استعداد ہیں، خصوصاً فقہ میں ایسی استعداد کامل بہم پہنچائی ہے کہ اپنے نظائر و اقران سے گئے سبقت لے گئے ہیں۔ روایت کشی میں آج بے نظیر ہیں، باوجود اس کمال اور استعداد کے مزاج میں خاکساری اور حلم گویا کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ باعتبار سن کے جوان اور باعتبار طبیعت حلیم اور وضع متین کے پیر“۔

واضح رہے کہ یہ کتاب پہلی بار ۱۸۴۷ء میں شائع ہوئی تھی۔ اسی وقت شیخ الکل رحمہ اللہ تقریباً بیالیس برس کے تھے۔

مندوں کی رعایت کرتے ہوئے عمدہ جنس کا انتخاب کرنا یا گھر کے افراد کی طرف سے مختلف اقسام کی چیزیں نکالنا تقویٰ اور پرہیزگاری کی علامت ہے۔

احادیث کے پیش نظر صدقہ فطر میں جنس ہی نکالا جائے۔ اس کے بدلہ میں پیسہ نکالنا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام - رضی اللہ عنہم - سے ثابت نہیں ہے۔ صدقہ فطر کا مقصد روزہ دار کے روزوں کی طہارت اور فقراء و مساکین کے خورد و نوش کا انتظام ہے تاکہ عید کے پر مسرت دن وہ بھی تمام مسلمانوں کی طرح عید کی خوشی منائیں اور کاسہ گدائی لے کر دوسروں کے دروازوں کا چکر نہ کریں۔

عید کا چاند ہو جانے کے بعد صدقہ فطر ادا کرنا مستحب ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز کے لیے جانے سے پہلے ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور تاکید بھی فرمائی ہے اور خود بھی عید کی نماز سے پہلے ادا کرتے تھے۔ بعض صحیح حدیثوں کے مطابق عید سے ایک دو دن پہلے بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔

صدقہ فطر کے مستحق صرف فقراء اور مسکین ہیں۔ پہلے اپنے گھر خاندان کے پھر گاؤں کے ضرورت مندوں کو دیجیے۔ اس کے بعد محلہ کے قریب مسلم بستی والوں کو دیجیے۔ ایسے افراد جو ہمارے دروازوں تک وصول کرنے کے لیے چلے آتے ہیں اور ہمیں ان کے بارے میں کچھ بھی علم نہیں ہو تا ان کو دینے سے پرہیز کریں۔ صدقہ فطر کی ادائیگی کے لیے ہمیں ایسا نظم بنانا چاہیے تاکہ یہ مستحق افراد تک پہنچے، بلکہ محلہ کے افراد یا ایک مسجد کے مصلیان یا آس پاس کے چند گھروں کے افراد اپنا صدقہ فطر ایک جگہ جمع کر لیں اور ان

صاع حجازی اور صاع عراقی ایک تحقیقی جائزہ

ابو اسعد محمد مسلم المدنی
استاذ جامعہ اسلامیہ دریا باد

زمانہ میں اضافہ شدہ صاع بھی موجود تھا لیکن مدینہ والے صدقہ فطر وغیرہ کی ادائیگی صاع نبوی ہی سے کرتے تھے۔
عن السائب بن یزید قال: ”کان الصاع علی عهد النبی ﷺ مدا وثلثا بمد کم الیوم فزید فیہ فی زمن عمر بن عبد العزیز“۔ (بخاری: ۶۷۱۲)

سائب بن یزید رحمہ اللہ (ت ۹۱ھ) سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں ایک صاع تمہارے زمانہ کے مد سے ایک مد اور تہائی کے برابر ہوتا تھا، بعد میں عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں اس میں زیادتی کی گئی۔

عن مالک عن نافع قال: ”کان ابن عمر یعطی زکاة رمضان بمد النبی ﷺ والمد الأول وفي کفارة الیمین بمد النبی ﷺ“ (بخاری: ۶۷۱۳) یعنی ابن عمر (ت ۷۳ھ) رمضان کا فطرہ اور قسم کا کفارہ نبی ﷺ ہی کے پہلے مد سے دیتے تھے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (ت ۸۵۲ھ) نے کہا: قال ابن بطال: هذا يدل علی أن مدهم حين حدث به السائب كان أربعة أرتال فإذا زيد عليه ثلثه وهو رطل وثلث قام منه خمسة أرتال وثلث وهو الصاع بدليل أن مدہ ﷺ رطل وثلث وصاعه أربعة أمداد

دین اسلام کے بعض احکام ایسے ہیں جو ناپ سے متعلق ہیں جیسے صدقہ فطر، کفارات اور حج میں فدیہ کی ادائیگی میں صاع اور مد کا استعمال کرنا۔
نبی ﷺ اور صحابہ کرام کے زمانے میں جو پیمانے استعمال کئے گئے وہ آٹھ قسم کے تھے:

صاع، مُد، فَرَق، قِنْط، مُذِي، مَخْتوم، قَفِيز اور مَكوك۔ (الأموال لأبي عبد، ص: ۶۱۷)
لیکن اس مضمون میں صاع اور مد سے متعلق ہی تفصیلات بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ (ت ۲۵۲ھ) نے اپنی صحیح میں ایک باب قائم کیا ہے: باب صاع المدينة ومد النبی ﷺ وبرکتہ وما توارث أهل المدينة من ذلك قرونا بعد قرون۔ (کتاب کفارات الأیمان)

(مدینہ کا صاع اور نبی ﷺ کا مد اور اس میں برکت اور بعد میں بھی اہل مدینہ کو نسل بعد نسل جو صاع اور مدوراشت میں ملا اس کا بیان۔

یعنی عہد نبوی میں استعمال ہونے والے یہ صاع اور مد مدینہ والوں میں اسی طرح استعمال ہوتے رہے جس طرح آپ ﷺ کے زمانے میں تھے یعنی ان میں مدینہ والوں نے کوئی کمی بیشی نہیں کی، ہاں البتہ مدینہ میں بنو امیہ کے

المدينة“ (ابوداؤد: ۳۳۴۰، نسائی: ۲۵۲۰، ۴۵۹۴ وغیرہما باسناد صحیح)

یعنی ماپ اہل مدینہ کا اور وزن اہل مکہ کا معتبر ہے۔
اب اگر شرعی احکام صدقات و کفارات کی ادائیگی میں
کوئی مدینہ اور مکہ والوں کے ناپ کے علاوہ کوئی دوسرا پیمانہ
استعمال کرے تو اس کا اعتبار نہ ہوگا۔

اسی لئے امام مالک رحمہ اللہ (ت ۱۷۹ھ) اسے اس
طرح سمجھایا:

قال أبو قتيبة قال لنا مالك: مدنا أعظم من
مدكم ولا نرى الفضل إلا في مد النبي ﷺ وقال لي
مالك: لو جاءكم أمير فضرب مدا أصغر من مد
النبي ﷺ بأي شيء كنتم تعطون؟ قلت: كنا نعطي
بمد النبي ﷺ، قال: أفلا ترى أن الأمر إنما يعود
إلى مد النبي ﷺ - (بخاری: ۶۷۱۳) ابو قتیبہ نے

(اسی سند سے بیان کیا) کہا کہ ہم سے امام مالک نے کہا ہمارا
مد تمہارے مد سے بڑا ہے اور ہمارے نزدیک ترجیح صرف
نبی ﷺ ہی کے مد کو ہے، اور امام مالک نے مجھ سے پوچھا
کہ اگر کوئی حاکم آئے اور نبی ﷺ کے مد سے چھوٹا مد مقرر
کردے تو تم کس حساب سے (صدقہ فطر وغیرہ) نکالو گے؟
میں نے عرض کیا کہ ایسی صورت میں ہم نبی ﷺ کے مد ہی
کے حساب سے نکالا کریں گے، انہوں نے کہا تم دیکھتے نہیں
کہ معاملہ نبی ﷺ ہی کے مد کی طرف لوٹتا ہے۔

ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ (ت: ۸۶۱ھ) دینار کے وزن
کے متعلق اختلاف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”اہل حجاز
کے نزدیک ایک دینار سو جو کا ہے اور اہل سمرقند کے نزدیک

ثم قال: مقدار ما زيد فيه في زمن عمر بن عبد العزيز لا
نعلمه وإنما الحديث يدل على أن مدهم ثلاثة أمداد
بمده - انتهى قال الحافظ: ومن لازم ما قال أن يكون
صاعهم ستة عشر رطلا لكن لعله لم يعلم مقدار
الرطل عندهم إذ ذاك - (الفتح ۱۱/۵۹۸)

(ابن بطال نے کہا: یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ
سائب بن یزید کے بیان کرتے وقت ان کا مد چار رطل کا تھا
پھر جب اس پر ایک ٹکٹ یعنی ایک رطل اور ٹکٹ رطل
کا اضافہ کیا گیا تو پانچ رطل اور ٹکٹ رطل ہو گیا اور وہی صاع
کی مقدار ہے، اس دلیل سے کہ نبی ﷺ کا مد ایک رطل
اور ٹکٹ رطل کا تھا اور صاع چار مد کا، نیز کہا کہ عمر بن
عبد العزیز کے زمانہ میں کتنا اضافہ کیا گیا تھا، معلوم نہیں،
بلکہ حدیث صرف اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ ان کا مد،
مد نبوی کے مقابلہ میں گنا بڑا تھا۔

حافظ نے کہا: اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ ان کا صاع سولہ
رطل کا تھا لیکن ان کے رطل کی کیا مقدار تھی؟ وہ شاید اس
وقت انہیں معلوم نہیں تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے حجاز یعنی مکہ مدینہ میں زندگی
گزاری یہی علاقہ دین اسلام کا سرچشمہ اور وحی کا مرکز و محور
رہا۔ علاوہ ازیں صدقہ فطر اور کفارات کی ادائیگی کے احکام
یہیں سے صادر ہوئے، لہذا احکام اسلام میں ناپ اور
وزن وہی معتبر ہونا چاہیے جو مکہ اور مدینہ میں رہنے والوں
کے ہاں معروف اور رائج تھا، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے
ارشاد فرمایا:

”الوزن وزن أهل مكة والمكيال مكيال أهل

رطل اور تہائی رطل کا ہے۔

داؤدی نے کہا: ”اس کا وزن جس میں اختلاف نہیں ایک معتدل آدمی کے دونوں ہتھیلیوں سے چار لپ کے برابر ہے۔ اس لئے کہ ہر جگہ صاع نبوی موجود نہیں۔ صاحب قاموس کہتے ہیں: ”میں نے اس کا تجربہ کیا تو صحیح پایا“۔

اور ابن منظور (ت ۷۱۱ھ) نے کہا: الصاع: مکیال لأهل المدينة يأخذ أربعة أمداد، يذكر ويؤنث --- وصاع النبي ﷺ الذي بالمدينة أربعة أمداد بمدهم المعروف عندهم. [لسان العرب ۸/ ۲۱۵] (صاع مدینہ والوں کا ایک ماپ ہے جس میں چار مد آتا ہے مذکر و مؤنث دونوں مستعمل ہے اور نبی ﷺ کا صاع جو مدینہ میں (رانج) ہے وہ بھی ان کے معروف مد کے حساب سے چار مد ہے)

امام احمد بن حنبل (ت ۲۴۱ھ) نے کہا: الصاع خمسة أرطال وثلث، وهو صاع ابن أبي ذئب (هو محمد بن عبد الرحمن بن المغيرة القرشي المدني، ثقہ فقیہ فاضل المتوفی ۱۵۸ھ) (صاع پانچ رطل اور تہائی رطل کا ہوتا ہے اور وہی مقدار ابن ابی ذئب کے صاع کی تھی)۔

ابوداؤد (ت ۲۷۵ھ) نے کہا: وهو صاع النبي ﷺ (سنن ابوداؤد ۹۵، باسناد صحیح) (اور وہ نبی ﷺ کا صاع تھا)

ابوعبید (ت: ۲۲۴ھ) نے کہا: وأما أهل الحجاز فلا اختلاف بينهم فيه أعلمه أن الصاع عندهم خمسة أرطال وثلث، يعرفه عالمهم وجاهلهم،

چھپانوے جو کا (پھر فرمایا:) مگر اہل سمرقند کے وزن کی تحقیق میں پڑنا فضول ہے، کیوں کہ مقصود اس جگہ حجازی وزن ہے، کیوں کہ حکم زکاۃ وہیں سے نکلا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ”ماپ اہل مدینہ کا اور وزن اہل مکہ کا معتبر ہے“ [فتح القدير: ۱/ ۵۲۳]

اب دیکھنا یہ ہے کہ مدینہ والوں کے ہاں رانج ماپ (صاع) کی مقدار کیا تھی؟

جوہری (ت ۳۹۳ھ) نے کہا: الصاع: الذي يكال به، وهو أربعة أمداد والجمع أصوع، وإن شئت أبدلت من الواو المضمومة همزة. والصواع: لغة في الصاع، ويقال هو إناء يشرب فيه. [الصالح ۳/ ۱۲۴] (صاع جو ماپ کا پیمانہ ہے چار مد کا ہوتا ہے اسے صواع بھی پڑھا گیا ہے جو پانی پینے کا ایک برتن ہے)

اور صاحب قاموس (ت ۸۱۷ھ) نے کہا: الصاع والضواع بالكسر وبالضم والصواع، وبضم: الذي يكال به، وتدور عليه أحكام المسلمين، --- وهو أربعة أمداد، كل مدر رطل وثلث --- قال الداودي: معياره الذي لا يختلف: أربع حفنات بكفي الرجل الذي ليس بعظيم الكفين ولا صغيرهما، إذ ليس كل مكان يوجد فيه صاع النبي ﷺ، انتهى۔ وجرئت ذلك فوجدته صحيحاً، ج: أصوع وأصواع وصوع بالضم وصيعان أو هذا جمع صواع: وهو الحجام يشرب فيه. (القاموس: ۱/ ۷۳۹) (وہ صاع جس سے اجناس کا ماپ لیا جاتا ہے اور جس پر مسلمانوں کے احکام کی ادائیگی کا دارومدار ہے چار مد کا ہے، اور ہر مد ایک

ویباع فی الأسواق، ویحمل علمہ قرن عن قرن
(//) وقد کان یعقوب زمانا یقول کقول أصحابہ فیہ،
ثم رجع عنہ الی قول أهل المدینة.

وہ کان یفتی یزید بن ہارون (ت: ۲۰۶ھ)

قال أبو عیبید: وهذا هو الذي عليه العمل عندي
لأنني مع اجتماع قول أهل الحجاز عليه تدبرته في
حديث يروى عن عمر، فوجدته موافقا لقولهم
[الأموال: ۶۲۴]

میرے علم کے مطابق اس امر میں کوئی اختلاف نہیں
کہ اہل حجاز کے یہاں ایک صاع پانچ رطل اور تہائی رطل کا
تھا اس بات کو عالم بھی خوب جانتا ہے اور جاہل بھی، ان کے
بازاروں میں یہی رائج تھا اس کا علم زمانہ در زمانہ نقل ہوتا رہا
اور یعقوب (یعنی امام ابو یوسف) ایک زمانے تک اپنے
اصحاب کے قول کو اختیار کئے ہوئے تھے، پھر مدینہ والوں
کے قول کی طرف رجوع کر لیا اور اسی کا فتویٰ یزید بن ہارون
بھی دیا کرتے تھے اور اسی پر میرا عمل بھی ہے۔ اہل حجاز
کا اس بات پر اتفاق ہے اور عمر رضی اللہ عنہ سے جو حدیث
مروی ہے وہ بھی اسی کے موافق ہے۔

اسی لئے ابن حزم (ت: ۴۵۶ھ) نے کہا: یہی بات
مدینہ میں مشہور ہے اور اسی کو ان کے تمام لوگوں نے نقل کیا
ہے خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے، نیک ہوں یا بد، عالم ہوں
یا ان پڑھ، عورتیں ہوں یا لونڈیاں۔

نیز کہا: یہی اسی طرح ہے جس طرح اہل مکہ نے صفا اور
مروہ کی تعیین کو نقل کیا ہے، مدینہ والوں پر ان کے صاع اور
مد کے سلسلے میں اعتراض کرنے والا ایسے ہی ہے جیسے کہ مکہ

والوں پر صفا اور مروہ کی تعیین کے بارے میں اعتراض
کرنے والا، دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ اعتراض
کرنا دین و عقل کی خلاف ورزی ہے۔ (المحلی ۴/۵۳)

عثمان بن سعید دارمی (ت: ۲۸۰ھ) نے کہا میں نے
علی بن مدینی کو کہتے ہوئے سنا کہ: عبرت صاع النبی
ﷺ فوجدته خمسة أرتال وثلث رطل بالتمر۔
[نصب الرایة: ۲/۴۲۹] (میں نے صاع نبوی کو ناپا تو
کھجور کے اعتبار سے پانچ رطل اور تہائی رطل پایا)۔

امام ابوالفرج دارمی (ت: ۴۲۸ھ) نے اس مسئلہ کی
تحقیق میں ایک مستقل رسالہ ہی لکھا ہے نووی نے اس کا
خلاصہ کرتے ہوئے آخری جملہ یہ لکھا ہے: فالتقدير
بخمسة أرتال وثلث تقریب۔ (المجموع: ۶/۱۲۹) (یعنی
صاع کا تقریبی اندازہ پانچ رطل اور تہائی رطل ہے)
اہل حجاز میں مد کا وزن:

مد کے وزن کے بارے میں بھی اہل علم کے درمیان
اختلاف پایا جاتا ہے، درحقیقت اس اختلاف کا سبب صاع
کی مقدار میں اختلاف پایا جانا ہے۔

جوہری (ت: ۳۹۳ھ) نے کہا: المد بالضم:
مکیال، وهو رطل وثلث عند أهل الحجاز۔ (الصحاح
۲/۵۳۷) مد (میم کے ضمہ کے ساتھ) ایک پیمانہ ہے جو
اہل حجاز کے یہاں ایک رطل اور تہائی رطل کا ہوتا ہے۔

صاحب قاموس (ت: ۸۱۷ھ) رقمطراز ہیں: المد
بالضم: مکیال، وهو رطلان أو رطل وثلث أو ملء
كفي الإنسان المعتدل إذا ملأهما ومدیده بهما وبه
سمي مدا، وقد جربت ذلك فوجدته صحيحا ح

لكنه على حسب رزاة المكيل من البر والتمر والشعير۔ (المحلی: ۵۱/۴-۵۲)

کہ ہم نے اہل مدینہ کو پایا کہ وہاں کے دو آدمیوں میں بھی اختلاف نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا ”پیمانہ مد“ جس کے ساتھ وہ صدقات و زکوٰۃ وغیرہ دیتے تھے وہ ڈیڑھ رطل سے زیادہ اور سوار رطل سے کم نہ تھا اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ وہ ایک رطل اور تہائی رطل تھا، یہ اختلاف نہیں بلکہ گندم، جو اور کھجور کے ہلکے اور بھاری پن کے اعتبار سے ہے۔

نوی (ت ۶۷۶ھ) نے کہا: ویختلف قدره وزنا باختلاف ما یوضع فیہ كالذرة والحمص وغیرهما فإن أوزان هذه مختلفة۔۔۔ (شرح المہذب ۱۲۹/۶) اہل لغت اور محققین علما کے بیانات سے واضح ہو گیا کہ صاع کی مقدار پانچ رطل اور تہائی رطل اور مد کی مقدار ایک رطل اور تہائی رطل ہے۔ اور اسی قول کو امام ابو یوسف رحمہ اللہ (ت: ۱۸۲ھ) نے امام مالک سے مناظرہ کے بعد اختیار کر لیا تھا:

قال الزیلعی (ت: ۷۲۷ھ) فی نصب الرایة (۲/۴۲۸، ۴۲۹) والمشهور ما أخرجه البيهقي (ت: ۴۵۸ھ) عن الحسين بن الوليد القرشي وهو ثقة قال قدم علينا أبو يوسف من الحج فقال إني أريد أن أفتح عليكم بابا من العلم أهمني ففحصت عنه فقدمت المدينة فسألت عن الصاع فقالوا صاعنا هذا صاع رسول الله ﷺ قلت لهم: ما حجتكم في ذلك؟ فقالوا: نأتیک بالحجة غدا فلما أصبحت أتاني نحو من خمسين شيخا من أبناء المهاجرين

أمداد (القاموس: ۳۱۸/۱) (مدایک پیمانہ ہے جو دو رطل یا ایک رطل اور تہائی رطل یا معتدل انسان کی دونوں ہتھیلیاں بھر کر..... میں نے تجربہ کر کے دیکھا صحیح پایا)

ہشام بن عروہ (ت ۱۴۶ھ) نے کہا: إن مد النبي ﷺ الذي كان يأخذ به الصدقات رطل ونصف (المحلی ۵۲/۴، مصنف عبدالرزاق: ۵۷۶۰) (نبی ﷺ کا وہ مد جس سے زکوٰۃ کی وصولی عمل میں آتی تھی وہ ڈیڑھ رطل کا تھا)

ابن اثیر (ت ۶۰۶ھ) ”نہایہ“ میں لکھتے ہیں: ”المد هو رطل وثلث بالعراقي عند الشافعي وأهل الحجاز وهو رطلان عند أبي حنيفة وأهل العراق“ (النہایہ: ۳۰۸/۴)

امام شافعی (ت ۲۰۴ھ) اور اہل حجاز کے نزدیک ایک مد، ایک رطل اور تہائی رطل کا ہے جب کہ امام ابو حنیفہ اور اہل عراق کے ہاں ایک مد دو رطل کا ہے۔

علامہ عینی (ت ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں: المد هو رطلان عند أبي حنيفة وعند الشافعي رطل وثلث بالعراقي۔ (عمدة القاری ۹۶/۳) کہ ابو حنیفہ کے نزدیک مد دو رطل کا ہے جب کہ شافعی کے نزدیک ایک رطل اور تہائی رطل عراقی۔

ابن حزم (ت ۴۵۶ھ) لکھتے ہیں: ووجدنا أهل المدينة لا يختلف منهم اثنان في أن مد رسول الله ﷺ الذي تؤدى الصدقات ليس أكثر من رطل ونصف ولا أقل من رطل وربع۔

وقال بعضهم: رطل وثلث، وليس هذا اختلافا

عبد اللہ بن عیسیٰ عن عبد اللہ بن جبر عن أنس بن مالک أن رسول الله ﷺ قال: "يجزي في الوضوء رطلان -" (الترمذی: ۶۰۹، ابوداؤد: ۹۵) مع الأثر الصحيح أنه عليه السلام "كان يتوضأ بالمد" (بخاری: ۲۰۱، مسلم: ۳۲۵)

پہلی بات یہ کہ اس کی سند میں شریک قاضی ہیں یہ اپنے وسیع علم کے باوجود حدیث میں ضعیف ہیں ابن مبارک اور ابن قطن وغیرہ محدثین نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے، دیکھیں (المیزان: ۳۶۹)

دوسری بات یہ کہ اگر اسے صحیح مان بھی لیا جائے تو اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ مدد رطل کا ہوتا ہے اس لئے کہ یہ بات بھی صحیح ہے کہ آپ ﷺ نے دو تہائی مد سے بھی وضو کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے لئے وضو کا پانی ناپ کر نہیں رکھا جاتا تھا اسی طرح اس سے یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ دو رطل سے کم میں وضو درست نہیں کیونکہ ابوحنیفہ وغیرہ خود کہتے ہیں کہ نصف رطل سے بھی وضو کافی ہے۔ (المحلی: ۴۹/۱)

دوسری دلیل: (أ) حدیث رواہ موسیٰ الجھنی، قال: كنت عند مجاهد فأتي بإناء يسع ثمانية أرتال، تسعة أرتال، عشرة أرتال، فقال: قالت عائشة كان رسول الله ﷺ يغتسل بهذا (شرح معاني الآثار: ۳۱۴۴) مع الأثر الثابت أنه عليه السلام كان يغتسل بالصاع - (بخاری: ۲۰۱، مسلم: ۳۲۶)

اس کا جواب یہ ہے کہ موسیٰ جہنی کو اس برتن کے بارے میں خود شک تھا کہ اس میں کتنی مقدار کی گنجائش تھی آٹھ، نو یا دس رطل کی، جب کہ یہ لوگ صاع کے آٹھ رطل

والأنصار مع كل رجل منهم الصاع تحت ردايه كل رجل منهم يخبر عن أبيه وأهل بيته أن هذا صاع رسول الله ﷺ فنظرت فإذا هي سواء قال: فعيرته فإذا هو خمسة أرتال وثلاث بنقصان يسير فرأيت أمرا قويا فتركت قول أبي حنيفة رضي الله عنه في الصاع وأخذت بقول أهل المدينة (السنن الكبرى: ۲۸۶/۴)

حسین بن ولید قرشی سے روایت ہے کہ امام ابو یوسف حج سے فراغت کے بعد ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں تمہارے لئے ایک اہم علم کا دروازہ کھولنا چاہتا ہوں جس کے متعلق میں نے خوب تحقیق کی، واقعہ یوں ہے کہ میں نے مدینہ جا کر لوگوں سے صاع کے متعلق دریافت کیا تو کہنے لگے ہمارا صاع وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ کا صاع تھا، میں نے اس دعویٰ کی دلیل مانگی، تو وہ کہنے لگے ہم کل اس کی دلیل پیش کریں گے، جب اگلا دن ہوا تو میرے پاس انصار و مہاجرین کی اولاد میں سے پچاس کے قریب بزرگ افراد آئے ہر ایک کی چادر کے نیچے بغل میں صاع تھا، جس کی اس نے رسول ﷺ تک سند بھی بیان کی، جب میں نے تمام صاعوں کا وزن کیا تو ہر ایک صاع کا وزن پانچ رطل اور ثلث رطل پایا تو میں نے اس مسئلہ میں اہل مدینہ کے قول کو صحیح اور قوی سمجھ کر اختیار کر لیا ہے اور اپنے استاذ امام ابوحنیفہ کا قول (صاع آٹھ رطل کا ہے) چھوڑ دیا ہے۔

جن لوگوں نے صاع کی مقدار آٹھ رطل اور مد کی دو رطل بتائی ہے ان کے دلائل اور جوابات:

پہلی دلیل: حدیث رواہ شریک القاضی عن

لیکن اس میں عمر بن موسیٰ الؤجیمی ”ہالک“ ہے، ابو حاتم نے کہا: ذاہب الحدیث، یضع الحدیث۔ دارقطنی نے

کہا: متروک۔ (المیزان: ۲۲۵/۳، رقم: ۶۲۲۲)

تیسری دلیل: رواہ أحمد بن یونس عن زہیر بن معاویہ عن أبي إسحاق عن رجل عن موسى بن طلحة،

أن القفيز الحجاجي قفيز عمر، صاع عمر۔ (مسند ابن الجعد: ۲۵۴، الأموال لابن زنجويه: ۱۹۲۵)

چوتھی دلیل: ما رواه مجالد عن الشعبي قال:

القفيز الحجاجي صاع عمر۔ (المحلی: ۵۰/۱)

پانچویں دلیل: قول ابراہیم: عبرنا صاع عمر،

فوجدناه حجاجيا۔ (الأموال لابن زنجويه: ۱۹۲۶)

چھٹی دلیل: ما رواه الحجاج بن أرطاة عن

الحکم عن ابراهيم، قال: كان صاع رسول الله ﷺ

ثمانية أرتال، ومدہ رطلين۔ (الأموال لأبي عبيد، ص: ۶۲۲)

تیسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ ابواسحاق اور موسیٰ بن طلحہ کے درمیان ایک مجہول راوی ہے۔

چوتھی دلیل کا جواب یہ ہے کہ شعبی سے روایت کرنے والے مجالد بن سعید ضعیف راوی ہیں، دیکھیں (التقریب

۶۲۷۸، المیزان: ۷۰/۷۰)

پانچویں دلیل کا جواب یہ ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ (۴۷- ت ۹۶ھ) نے عمر رضی اللہ عنہ (ت ۲۴ھ) کا

زمانہ پایا نہیں اس لئے ان کی نقل کردہ بات محل نظر ہے۔

اور اگر یہ سب باتیں صحیح مان بھی لی جائیں تو اس میں

ان کے لئے کوئی دلیل اور حجت نہیں وہ اس لئے کہ مسئلہ،

سے زائد ہونے کے قائل نہیں، ظن و تخمین سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا۔

(ب) جرت السنة من رسول الله ﷺ في

الغسل من الجنابة صاع من ثمانية أرتال وفي الوضوء رطلان۔ (دارقطنی: ۲۰۲۸، ۲۱۳۷)

اس حدیث کو دارقطنی (ت: ۳۸۵ھ) نے بطریق

صالح بن موسیٰ الطلحی عن منصور عن ابراهيم عن الأسود عن عائشة به روایت کیا ہے، اس میں صالح بن

موسیٰ لطلحی ضعیف راوی ہے۔ بخاری نے کہا ”منکر الحدیث“ دیکھیں (المیزان: ۳۸۳۱)

(ج) أن النبي ﷺ كان يتوضأ بالمدرطلين

ويغتسل بالصاع ثمانية أرتال۔ (دارقطنی: ۲۱۳۹)

اسے دارقطنی نے بطریق جعفر بن عون عن ابن

أبي ليلى عن عبد الكريم عن أنس به روایت کیا ہے، حافظ ابن حجر (ت: ۸۵۲ھ) نے کہا: اسنادہ ضعیف

(الدرایۃ: ۲۷۳/۱، ۲۷۴) اس لئے کہ اس میں ابن ابی لیلی سے مراد محمد بن عبدالرحمن ابن ابی لیلی ہیں جو کہ سنی الحفظ

راوی ہیں، بیحی القطان (ت: ۱۹۸ھ) نے کہا: ”سیسیء الحفظ جدا“ دیکھیں (المیزان: ۷۸۲۵)

اس حدیث کی ایک دوسری سند بھی ہے، (۲۱۳۸)

اس میں موسیٰ بن نصر الحنفی ”ضعیف جدا“ راوی ہے، دیکھیں (الدرایۃ: ۲۷۴/۱)

انس کی یہ حدیث صحیحین میں بغیر وزن کے مذکور ہے۔

(د) ابن حجر نے درایۃ (۲۷۴/۱) میں ذکر کیا ہے

کہ ابن عدی نے جابر سے اسی طرح کی روایت ذکر کی ہے

ہوتا ہے کیوں کہ پاک و ہند کے علما کا اس امر پر اتفاق ہے کہ زکوٰۃ کے سلسلہ میں چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولے چاندی ہے اور حدیث میں دو سو درہم کی تعیین ہے۔ جب ساڑھے باون تولے وزن کو دو سو درہم پر تقسیم کیا جائے گا تو جواب ۲۱/۸۰ تولے آئے گا جو ایک درہم کا وزن ہوا۔ پھر ۲۱/۸۰ کو ۳/۱۲۸ درہم (جو کہ ایک رطل کا وزن ہے) سے ضرب دیں گے جواب میں ایک رطل کا برطانوی وزن چھ چھٹانک تین تولے اور نو ماشے ہی آئے گا۔

دوسری دلیل بحساب دینار:

ایک رطل نوے مثقال (دینار) کا ہوتا ہے۔ اور ایک مثقال ۳/۸ تولے کا، کیوں کہ اہل علم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ زکوٰۃ میں سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے ہے اور حدیث میں ۲۰ مثقال کا ذکر ہے۔ جب ساڑھے سات کو ۲۰ پر تقسیم کیا گیا تو جواب ۳/۸ آیا، جو ایک دینار کا وزن ہے۔ جب ایک دینار کا وزن ۳/۸ تولے ہوا تو اسے نوے مثقال کے ساتھ ضرب دیا تو جواب میں ایک رطل کا وزن چھ چھٹانک تین تولے اور نو ماشے ظاہر ہوا۔

اعشاری نظام میں:

واضح ہو گیا کہ ایک رطل کا برطانوی وزن چھ چھٹانک تین تولے اور نو ماشے ہے تو اعشاری نظام میں ایک تولے ۱۱.۳۶۶ گرام کے برابر ہے۔ لہذا ایک رطل کا وزن ۳۹۳.۶۶۰ گرام کا بنتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ایک رطل کا عربی وزن ۳/۸ ۱۲۸ درہم۔ ہندی اور برطانوی وزن چھ چھٹانک تین تولے اور نو ماشے، اور ان کا اعشاری وزن ۳۹۳.۶۶۰ گرام ہوا۔

صاع عمر کے بارے میں نہیں بلکہ صاع نبوی ﷺ کے بارے میں ہے، اور ایسا ہو سکتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی مخصوص صاع، قفیز اور مد ہو جسے انہوں نے عراق والوں کے لئے مرتب کیا ہو بالکل ایسے ہی جیسے مروان کے پاس مدینہ میں ایک مخصوص مد تھا جس کو انہوں نے اپنے لئے اختراع کیا تھا اور جیسا کہ ہشام بن اسماعیل نے بھی اپنے لئے مد کا اختراع کیا تھا۔ (المحلی ۵۰/۳) ان باتوں کے لئے سائب بن یزید کی گزری ہوئی روایت پختہ ثبوت ہے کہ مدینہ میں صاع نبوی کے علاوہ بھی دوسرے صاع موجود تھے لیکن سوال یہ ہے کہ اگر عمر کے پاس صاع نبوی ہی تھا تو اسے بجائے نبی کے، عمر کی طرف منسوب کیوں کیا گیا؟

چٹھی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اس کی سند میں حجاج بن ارقطہ ضعیف و مدلس راوی ہے (المیزان: ۱۷۲۶)، نیز یہ روایت مرسل بھی ہے۔

رطل کا وزن ہندی اور برطانوی نظام میں:

امام نووی اس بارے میں لکھتے ہیں: ”وفی رطل بغداد اَقوال اَظہر ہا اَنہ مائتہ درہم وثمانیۃ و عشرون درہمًا و اربعۃ اَسباع درہم“ (کہ بغدادی رطل کی مقدار کے متعلق مختلف اقوال ہیں ان میں سب سے واضح اور مناسب قول یہ ہے کہ ایک رطل ۱۲۸ درہم اور ۳/۸ درہم کا ہوتا ہے۔ [شرح مسلم: ۴۹/۷])

جس کا برطانوی اوزان میں صحیح وزن چھ چھٹانک تین تولے اور نو ماشے ہے۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

پہلی دلیل بحساب درہم:

ایک درہم ہندی وزن کے مطابق ۲۱/۸۰ تولے کا

حجازی کا وزن نکلا۔ اسے معلوم کرنے کے لئے اس کے اور بھی طریقے ہیں لیکن انہیں دونوں پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔
الغرض صاع کو اوزان ہندی یعنی تولہ، سیر کی طرف منتقل کرنے کے جو طریقے بیان ہوئے ہیں ان سب کا نتیجہ ہے کہ حجازی صاع ۱۸۰ تولہ کا ہے، جس کی چھٹائیس ۳۶ اور پھر اس سے سوادوسیر وزن بنتا ہے اور صاع عراقی کا ۲۷۰ تولہ یعنی تین سیر چھ چھٹائیس۔

صاع کا ہندی اور اعشاری وزن:

صاع حجازی: سوادوسیر = ۵۲۰ × ۰.۹۹۲ = یعنی دو کلو ۹۹ گرام، ۲۸۰ ملی گرام۔

صاع عراقی: تین سیر چھ چھٹائیس = ۲۸۰ × ۱.۳۹ = یعنی ۳ کلو ۱۳۹ گرام، ۲۸۰ ملی گرام۔

نوٹ:

اجناس کی خفت، ثقالت اور نمی کے باعث اس حساب میں پچاس یا سو گرام کے آس پاس کی کمی وزیادتی کا امکان ہے۔

علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ (ت: ۱۲۴۱ھ) کی تحقیق بھی باعتبار گندم تقریباً اسی کے آس پاس ہے۔ یعنی دو کلو چالیس گرام۔ ”والصاع النبوی بالوزن یساوی کیلوین وأربعین جراماً من البر“ [الشرح الممتع ۶/۷۲]

اہم مراجع ومصادر

- (۱) المحلی بالآثار لابن حزم
- (۲) الأموال لأبی عبید قاسم بن سلام
- (۳) اسلامی اوزان، فاروق اصغر صرام

☆☆☆

مدحجازی کا برطانوی اور اعشاری وزن:
جب ایک رطل کا برطانوی وزن چھ چھٹائیس تین تولے اور نو ماشے ہوا تو جب اس میں ایک تہائی کا اضافہ کر دیا جائے تو وہ مکمل نو چھٹائیس ہو جائے گا۔ جس کا اعشاری وزن ۵۲۳.۸۸۰ گرام ہوگا۔
صاع حجازی کا صحیح وزن:
سوادوسیر یعنی دو سیر چار چھٹائیس، اسے معلوم کرنے کے طریقے:

پہلا طریقہ: بذریعہ مشقال:

محدثین کی تصریح کے مطابق ایک رطل نوے مشقال کا ہے۔ حجازی صاع پانچ رطل اور تہائی رطل کا ہے، اسی لئے نوے کو جب پانچ رطل اور تہائی رطل کے ساتھ ضرب دی تو چار سو اسی مشقال حجازی صاع کا وزن ہو گیا۔ جب چار سو اسی مشقال کو ساڑھے چار ماشے سے ضرب دی تو ایک صاع حجازی اکیس سو ساٹھ ماشے کا ہوا چونکہ بارہ ماشے کا ایک تولہ ہوتا ہے اس لئے ایک سو اسی تولے ہوئے۔ پانچ تولے کی ایک چھٹائیس کے حساب سے کل چھتیس چھٹائیس ہوئیں۔ انگریزی برطانوی سیر سولہ چھٹائیس کا ہوتا ہے۔ تو اس طرح صاع حجازی مکمل دو سیر چار چھٹائیس (سوادوسیر) کا ہوا۔

دوسرا طریقہ: بذریعہ درہم:

ایک رطل ۷ / ۱۲۸۴ درہم کا ہوتا ہے۔ تحقیق سے یہ بھی ثابت ہے کہ ایک درہم کا وزن تین ماشے ایک رتی اور ۵ / رتی ہے۔ آٹھ رتی کا ایک ماشہ کے حساب سے دو ہزار ایک سو ساٹھ ماشے ہوئے۔ پھر جب اس کے تولے، چھٹائیس اور سیر بنائے گئے تو حسب مذکور وہی سوادوسیر صاع

دینی مدارس کو درپیش چیلنجز

رفیق احمد رئیس سلفی (علی گڑھ)

شکوہ و شبہات کا ازالہ۔
دینی مدارس کے نظام اور اس کے موجودہ نیٹ ورک کا جائزہ
بتاتا ہے کہ وہ اپنے ان اہداف و مقاصد کے لیے سرگرم عمل
ہیں اور کسی نہ کسی حد تک وہ ان ضروریات کی تکمیل میں
مصروف ہیں، جن کا بار ملت نے ان کے اوپر ڈالا ہے۔
جہاں تک سوال دینی مدارس کو درپیش چیلنجز کا ہے تو وہ
دو قسم کے ہیں: خارجی اور داخلی۔ موجودہ دینی مدارس ان
دونوں چیلنجز سے جو جھ رہے ہیں اور اپنی بساط بھران کا
مقابلہ بھی کر رہے ہیں۔ آئیے ذرا تفصیل سے ان چیلنجز کا
جائزہ لیتے ہیں تاکہ ان کی نوعیت کا پتا چل سکے اور پھر ان
کا مقابلہ کرنے کی کیا بہتر صورت ہو سکتی ہے، اس پر غور کیا
جاسکے۔

ایک بڑا خارجی چیلنج ان کے سامنے ان کے آزادانہ
کردار اور جداگانہ تشخص کا ہے۔ آج تک دینی مدارس اس
لیے اپنے مقاصد کی تکمیل کر پارہے ہیں کہ وہ حکومتی دباؤ سے
آزاد ہیں اور وہ اپنے نصاب تعلیم اور نظام تعلیم کی تفسید اپنے
طور پر کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ ملکی سطح پر بار بار یہ آواز
اٹھائی جاتی ہے کہ مسلمان بچوں کی خاصی بڑی تعداد چوں کہ
دینی مدارس میں تعلیم پاتی ہے اور وہاں کا نصاب تعلیم سرکاری

دینی مدارس کے قیام کے اہداف و مقاصد، ان کے
معاشرتی کردار اور دائرہ کار پر نگاہ ڈالی جائے تو چار چیزیں
ابھر کر ہمارے سامنے آتی ہیں:

(۱) قرآن وحدیث اور ان کی تفہیم کے لیے معاون
علوم کی حفاظت اور آنے والی نسلوں تک پوری ذمہ داری
سے ان کی ترسیل۔ ان علوم کے اسلامی تراث سے واقفیت
اور ان کے مفید اور ضروری حصوں سے آگاہی اور ان سے
استفادہ۔

(۲) ملت اسلامیہ کے دینی اداروں کے لیے رجال
کار کی فراہمی جیسے جامعات و مدارس کے لیے اسلامی علوم
وفنون کے ماہرین اور متخصصین، مساجد کے لیے امام
وخطیب، مکاتب اسلامیہ کے لیے حفاظ و مدرسین، مسند افتاء
کے لیے مفتیان کرام۔

(۳) اسلامی تہذیب وثقافت کی حفاظت اور اس
کے مختلف مظاہر کی تعیین و تشریح، ان کے سلسلے میں پائی
جانے والی غلط فہمیوں کا ازالہ اور دلائل و براہین کی روشنی
میں ان کا دفاع۔

(۴) افراد ملت کی دینی تربیت و اصلاح، غیر مسلم دنیا
کو اسلام کی تبلیغ اور اس کی جانب سے ظاہر کیے جانے والے

انسانیت کے بھی خواہ ہوتے ہیں۔ گزشتہ چند سالوں سے اس قسم کے پروپیگنڈہ کی وجہ ظلم و ناانصافی کے خلاف وہ آواز ہے جو دینی حلقوں سے بلند ہوتی اور مسلم معاشرے کی ذہن سازی کرتی ہے۔ ہمیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ آج کی سیاست میں انسان کے بنیادی حقوق کے تحفظ اور انسانیت کی خدمت کی بجائے اپنے اپنے ملکوں کو مفادات عزیز ہیں اور پوری بے حیائی اور بے شرمی سے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ یہ کام اگرچہ غلط ہے لیکن چون کہ ہمارے ملک کے مفاد میں ہے، اس لیے ہم اس کے خلاف آواز نہیں اٹھائیں گے۔ یہ جنگ حق اور باطل کی ہے ظاہر ہے کہ دینی مدارس اسلام کے ترجمان ہیں۔ حق کی پاسداری کی تعلیم دیتے ہیں لہذا اس قسم کے الزامات کی ہماری نظر میں کوئی اہمیت نہیں ہے اور نہ مدارس کو انھیں قابل التفات سمجھنا چاہئے۔

اسی طرح مدارس کو جو داخلی چیلنجز درپیش ہیں، ان میں ایک بڑا مسئلہ ان کے تمام ادارتی امور کا سرکار کے بنائے ہوئے اصول اور ضابطے کے مطابق ہونا ہے۔ گزشتہ دنوں مدارس کے خلاف جو آواز اٹھی، اس کا زیادہ تر تعلق اسی قسم کے مسائل سے تھا۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں مدارس کے مالی اور دیگر انتظامی امور کو اصولوں اور ضابطوں کے مطابق انجام دینا چاہئے۔ ملک میں عطیات وصول کرنے والے اداروں کی اضافی ذمہ داریاں ہیں، حساب کتاب ہمارے تمام دینی مدارس میں رکھا جاتا ہے، تھوڑی سی توجہ دے کر اور کسی سی اے سے اپنے چند ایک مدرسین کو تربیت دلا کر اس

نصاب تعلیم سے ہم آہنگ نہیں ہے، اس لیے وہاں کے فارغین کو ہم اپنے سسٹم میں لائیں سکتے، اس لیے تعلیم یافتہ مسلمانوں کی خاصی بڑی تعداد سرکاری ملازمتوں سے نہ صرف محروم رہتی ہے بلکہ اسے ملک اور قوم کی خدمت کا موقع بھی نہیں مل پاتا ہے۔ قومی دھارے میں مسلمانوں کو لانے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ ان کے دینی مدارس کے فارغین کو سرکاری ملازمتوں سے جوڑا جائے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ مدارس کے نصاب کو ملک کے دیگر اسکول اور کالجوں کے نصاب کے مطابق کر دیا جائے۔

دوسرا بڑا خارجی چیلنج ان کے سامنے یہ ہے کہ مدارس کو سماج میں تشدد پھیلانے کا ذریعہ بتایا جا رہا ہے۔ بے صبری، عدم برداشت اور مخالف نقطہ نظر کے حاملین کے لیے نامناسب طرز عمل اُس تعلیم کا نتیجہ ہے جو دینی مدارس اپنے طلبہ کو دیتے ہیں۔ عالمی سطح پر بھی میڈیا میں یہی بات بار بار دہرائی جا رہی ہے کہ مسلمانوں کے دینی رجحانات میں سختی اور تشدد کی وجہ وہ تعلیم ہے جو مدارس میں دی جاتی ہے لہذا ضروری ہے کہ اس کے ڈھانچے میں کچھ اس طرح کی تبدیلی لائی جائے کہ وہاں سے فارغ ہونے والے طلبہ رواداری، انسانیت، مساوات اور عدل و انصاف کے لیے کام کریں اور ان کی ذہن سازی بھی انہی اوصاف کے مطابق ہو۔

دینی مدارس کے تعلق سے یہ تمام باتیں محض غلط فہمی پر مبنی ہیں، مدارس کے نصاب میں پڑھایا جانے والا نصاب جس طرح کے رجال کا رتیار کرتا ہے، وہ عام طور پر سادہ مزاج، نرم طبیعت، روادار، دوسروں کے لیے ہم درد اور

کمی پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

شراب خوری عام ہوتی جا رہی ہے، روزی روٹی کمانے میں حلال و حرام کی تمیز اٹھتی جا رہی ہے، شادی بیاہ میں غیر اسلامی رسوم و روایات کا سلسلہ دراز ہوتا جا رہا ہے، صلہ رحمی، ہمدردی اور مروت میں کمی آتی جا رہی ہے لیکن ان موضوعات پر ہمارے واعظین کی باتوں کا کوئی خاص اثر دکھائی نہیں دیتا۔ وراثت کا اسلامی قانون معطل ہو کر رہ گیا ہے۔ اس تعطل نے کئی ایک خرابیوں کو جنم دیا ہے، ملک میں اسلام اور مسلمانوں کی شبیہ خراب ہو رہی ہے۔ گزشتہ کئی سالوں سے طلاق کا جو مکالمہ ملک میں جاری ہے، اس کے منظر اور پس منظر کو دیکھیں تو کہیں نہ کہیں نظام وراثت کا تعطل بھی اس کا ایک بڑا سبب نظر آئے گا۔ ایک پینتیس سالہ مطلقہ مسلم خاتون گود میں بچہ اٹھائے جب عدالت کے دروازے پر دستک دے گی تو عدالت تو اپنا کام کرے گی۔ جب اپنے گھر میں ہم اسے انصاف نہیں دے سکتے تو وہ اپنی فریاد لے کر ملک کی عدالت ہی میں جائے گی اور عدلیہ اپنے حساب سے اس کا فیصلہ کرے گی۔ اس پورے مکالمے میں ہماری طرف سے آواز نہیں اٹھی کہ اسلامی قانون میں ماں، بیوی اور بیٹی وراثت سے کبھی محروم نہیں ہوتی ہے۔ شوہر سے طلاق پانے کے بعد وہ اپنے باپ کی جائیداد سے اپنا گزار بسر کر سکتی ہے لیکن یہاں تو اس کے اپنے بھائیوں نے ساری جائیداد پر قبضہ کر لیا ہے اور اس کی بھانجیوں نے اسے ایک بوجھ سمجھ رکھا ہے۔ اندرون مدارس یہ مسائل طلبہ کے سامنے آنے چاہئیں تا کہ وہ عملی زندگی میں اتر کر اسلام کے ان قوانین پر خود عمل کریں اور دوسرے مسلمانوں کو بھی

دینی مدارس کا ایک داخلی مسئلہ ملک اور سماج سے ان کا رشتہ بھی ہے۔ فارغین مدارس کو میدان عمل میں اتر کر جو خدمات انجام دینی ہیں، ان میں سے بیشتر کا تعلق ملک اور سماج سے ہے۔ دینی مدارس کے نصاب یا اس کی ہم نصابی سرگرمیوں میں ایسے مضامین اور مواد کی ضرورت ہے جن سے ملک اور سماج کی تفہیم ہو سکے۔ ملک میں رونما ہونے والے واقعات اور سماج میں آنے والی تبدیلیوں پر نظر رکھنا ایک بالغ نظر عالم دین کے لیے ضروری ہے۔ ہماری اندرونی سرگرمیوں سے ایسا لگتا ہے کہ ہم اس زمین کی نہیں کسی اور دنیا کی مخلوق ہیں۔ ہفت روزہ انجمنوں کے کئی ایک پروگرام سے بہت سی کمیوں کا ازالہ کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح ضلع کلکٹر اور ایس ایس پی اور ضلع کے دوسرے بڑے سرکاری آفیسرز کے لکچرس کے ذریعے ملک کے آئین، دستور اور اس کے انتظامی ڈھانچے کی تفہیم کرائی جاسکتی ہے۔ موجودہ حالات میں کئی ایک غلط فہمیوں کا اس طریقہ کار سے ازالہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

مسلم معاشرے کی دینی اور اخلاقی صورت حال پر گرفت مضبوط کرنے کے لیے ضروری ہے کہ دوران تعلیم اساتذہ کرام کے ذریعے اس پہلو سے ان کی ذہن سازی کی جائے۔ فارغین مدارس کو مسلم معاشرے میں پھیلی جن برائیوں کو دور کرنا ہے اور اس کی جن کمزوریوں پر اس کی توجہ مبذول کرانی ہے، ان پر فارغین کی نظر ہونی چاہئے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ خود مسلم معاشرے میں

دینا اور غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا ان کی ترجیحات میں شامل نہیں ہے۔ بعض حضرات اپنے ایکڈمک علمی کاموں میں ضرور مصروف ہیں، جن کی قدر و قیمت سے انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن مدارس کے جواہداف و مقاصد ہیں، ان کے حصول میں ان کا کوئی واضح اور نمایاں کردار نہیں ہے۔ سرکاری ملازمت کے اپنی اصول و آداب ہیں جن کی رعایت ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ خاصی جدوجہد کے بعد جو حضرات یونیورسٹیوں میں پہنچے ہیں، وہ اپنے مفادات کو ملت کی وجہ سے خطرے میں کیوں کر ڈال سکتے ہیں۔ مدارس سے فارغ وہی طلبہ اعلیٰ تعلیمی اداروں کا رخ کرتے ہیں، جو ذہین اور حوصلہ مند ہوتے ہیں اور جو بالعموم خوش حال گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں، اگر یہ دینی مدارس کے نظام سے وابستہ ہوتے تو جن کمیوں اور خامیوں کا آج ہم رونا رورہے ہیں، ان کے تناسب میں بہر حال کمی آتی۔

اس صورت حال کے پیدا ہونے کا سبب ہم سب کو معلوم ہے۔ دینی مدارس کے موجودہ مشاہرے ایک فیملی کی ضروریات کے لیے ناکافی ہیں، مساجد، مکاتب، مدارس اور جامعات میں اساتذہ اور ائمہ و خطباء کو جو تنخواہ ملت دیتی ہے، اس کا معیار بلند ہونا چاہئے۔ افراد ملت کو یہ احساس دلانا ضروری ہے کہ جس دین پر تمہاری آخرت کی کامیابی و ناکامی کا انحصار ہے، اس کے خادموں کے تعلق سے تمہارا یہ رویہ درست نہیں ہے۔ بعض حلقوں میں یہ احساس ہو چلا ہے اور الحمد للہ تنخواہوں کا معیار پہلے سے کہیں زیادہ بلند ہوا ہے، ضرورت ہے کہ اس پیش رفت پر مزید توجہ دی جائے تاکہ

ان کی افادیت سے واقف کرائیں۔ اسلام کی تصویر صاف رکھنے اور اللہ تعالیٰ کے دین رحمت کو انسانیت کے لیے واقعی رحمت باور کرانے کی تمام تر ذمہ داری فارغین مدارس کی ہے۔

دینی مدارس کے داخلی چیلنجز میں ایک بڑا اور اہم مسئلہ ان کے نصاب کا ہے۔ عصری مضامین کو داخل نصاب کرنے کی آواز ایک عرصے سے اٹھائی جا رہی ہے۔ اس کے پس پردہ جو مقاصد ہیں، ہم سب ان سے آگاہ ہیں۔ اب جب کہ ملک کی کئی ایک اعلیٰ تعلیمی اداروں نے بہت سے مدارس کی اسناد کو منظوری دے دی ہے، یہ سوال ختم ہو جانا چاہئے۔ جو فارغین مدارس ملک کی یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم ہیں، ان کی کارکردگی قابل رشک ہے اور اب تو وہ ملک کے سرکاری اداروں میں اپنی خدمات بھی انجام دے رہے ہیں۔ ہمارے نصاب میں اب اتنی لچک موجود ہے کہ فارغین مدارس اپنی خواہش کے مطابق اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن جو حضرات مدارس کے نصاب کو اتنا تبدیل کر دینا چاہتے ہیں کہ دینی مدارس کی تصویر ہی بدل جائے ان کی نیتوں میں خرابی ہے۔ ہمیں ان کی بات پر کوئی توجہ نہیں دینی چاہئے بلکہ مدارس کی اصل حیثیت کو برقرار رکھتے ہوئے اپنا کام جاری رکھنا چاہئے۔ البتہ اس حوالے سے چند ایک باتوں پر ہمیں غور کرنے کی ضرورت ہے:

(۱) فضلاء مدارس دینیہ کی خاصی بڑی تعداد اب ملک کی کئی ایک یونیورسٹیوں میں اعلیٰ مناصب پر فائز ہے لیکن اسلام اور مسلمانوں کے سلسلے میں میڈیا میں آکر بیان

اللہ نے اس سلسلے میں ان کے افکار و خیالات اپنی تشریحات اور وضاحتوں کے ساتھ اُس طویل اور مفصل مضمون میں نقل کیے ہیں جو انھوں نے ”ہفت روزہ الاعتصام کی خصوصی اشاعت بیاد مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی“ کے لیے تحریر فرمایا ہے۔ اقتباس ذرا طویل ہے لیکن ضروری ہے کہ ہم اس موقع پر اس پر ایک نظر ڈال لیں۔ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

”مخدومی المحترم (یعنی مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی) مدارس دینیہ میں مولوی، فاضل اور دیگر سرکاری امتحانات کی وباء کو مدارس کے بنیادی مقاصد کے خلاف سمجھتے تھے اور اس بنا پر اس کے سخت خلاف تھے اور جہاں بھی ان کا بس چلتا تھا، وہ اس رجحان کی حوصلہ شکنی کرتے تھے۔ اپنے طور پر جن طلبہ سے ان کا ربط و تعلق ہوتا، ان کو سمجھاتے اور انھیں مساجد و مدارس سے وابستہ رہ کر دین کی خدمت کرنے کی تلقین فرماتے۔“

حضرت مولانا کا یہ نظریہ، ہمارے مدارس دینیہ سے فراغت حاصل کرنے والے طلباء کے لیے اگرچہ بالعموم ناقابل عمل ہے، وہ اسے اپنی معاشی و دنیوی ترقی کے خلاف سمجھتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ نظریہ منہج نبوی کے مطابق ہمارے اکابر کے کردار کا عکاس اور مدارس دینیہ کی اساس و مقصد کا مظہر ہے۔ سرکاری ملازمین پیدا کرنے کے لیے لاکھوں اسکول، ہزاروں کالج اور سیکڑوں یونیورسٹیاں ہیں، جن پر کروڑوں بلکہ اربوں روپیہ خرچ ہو رہا ہے۔ قوم کا ہر فرد اس دنیوی تعلیم پر اپنی آمدنی کا ایک معتد بہ حصہ خرچ

ہمارے ائمہ و مدرسین ذہنی سکون کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے سکیں۔ یہ تحریک اگر ہماری دینی تنظیموں اور ان کے ذمہ داران کی طرف سے شروع کی جائے تو بہت جلد اس پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

دین کے مختلف شعبوں سے وابستہ حضرات کو بھی یہ سوچنا چاہئے کہ دنیا اور اس کی چمک دمک ہی سب کچھ نہیں ہے۔ قناعت پسندی اور کفایت شعاری اور اس بارے میں اپنے اسلاف کی روشن تاریخ، آپ سے بہتر کون جانتا ہے۔ اگر جذبہ صادق ہے تو برکت دینے والا اللہ ہے۔ اسی ملک میں آپ دیکھتے ہیں کہ اعلیٰ تعلیم کی ڈگریاں لیے لوگ آئے دن دھرنے پر بیٹھے نظر آتے ہیں، ان کا کوئی پرسان حال نہیں لیکن اس گئی گزری حالت میں بھی الحمد للہ فارغین مدارس بے روزگار نہیں ہیں اور نہ ان کو کہیں دھرنا دینے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اس بے چینی کو طرفین کی مثبت سوچ اور حقیقت پر مبنی اقدام سے دور کیا جاسکتا ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ اب اس سلسلے میں مزید تاخیر نہ کی جائے اور مدارس کے محترم اساتذہ اور ان کی موقر انتظامیہ کے درمیان خوش گوار مکالمے کا آغاز کر کے فاصلوں کو کم کیا جائے۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، برصغیر کی دینی فضا، یہاں کی مشکلات اور دعوت و ارشاد کی ضرورتوں سے ان سے زیادہ کون آگاہ ہوگا، دینی مدارس کے نصاب، نظام، ان کے اہداف و مقاصد اور ان کو درپیش چیلنجز سے وہ اچھی طرح واقف تھے، ان کے تربیت دادہ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ

رحمہ اللہ مولوی، فاضل، ایف اے، بی اے وغیرہ ڈگریوں کو مدارس دینیہ سے فراغت حاصل کرنے والوں کے لیے زہر قاتل سمجھتے تھے۔ حضرت مولانا مرحوم کی اس رائے کی اصابت و افادیت اب اور زیادہ نمایاں ہو کر سامنے آگئی ہے جب کہ نوجوان علماء کے لیے اسکولوں کے دروازے چوڑے کھل گئے ہیں اور مدارس سے فارغ ہونے والی نئی پود زہر کا یہ پیالہ آب حیات سمجھ کر نوش جان کیے جا رہی ہے اور وہ اب اسکول و کالج کی نوکری کو ہی معراج کمال اور مقصد زندگی سمجھ بیٹھی ہے۔ رہی سہی کسر سعودی جامعات میں داخلے کی بے پناہ خواہش اور وہاں سے فراغت کے بعد مبعوث بننے کے جذبہ بے پایاں نے پوری کر دی ہے۔ اس تمام صورت حال کا نتیجہ یہ ہے کہ دینی و علمی خدمات کے تمام شعبے رجال کار کی کمیابی کا شکار ہیں جس کی وجہ سے ان کی کارکردگی شدید متاثر ہوئی ہے دراصل حالانکہ ضرورت کارکردگی میں اضافے کی ہے نہ کہ کمی کی۔

فتنے بڑھ رہے ہیں، دین کے خلاف شکوک و شبہات میں اضافہ ہو رہا ہے، الحادی تحریکیں زور پکڑ رہی ہیں، لادینیت کا سیلاب اسلامی ملکوں میں اٹھا چلا آ رہا ہے، مغربیت کا طوفان انتہائی خوفناک صورت اختیار کرتا چلا جا رہا ہے اور اسلام دشمن استعماری طاقتوں کی دسیسہ کاریاں اور ریشہ دوانیاں بڑھتی جا رہی ہیں، لیکن ان تمام محاذوں پر کام کرنے کے لیے جتنے اور جس طرح کے افراد کی ضرورت ہے، مذکورہ رجحانات کی وجہ سے ایسے افراد کی تیاری کا

کرتا ہے اور حکومت بھی خود دل کھول کر اس پر قومی خزانہ صرف کرتی ہے، اس کے برعکس دینی مدارس حکومت کی امداد سے محروم ہیں۔ حکومت قومی خزانے سے اس مد پر خرچ کرنے کی روادار ہی نہیں، اسی طرح عام افراد دینی مدارس کی اہمیت و افادیت سے واقف ہی نہیں ہیں، علاوہ ازیں اصحاب ثروت کی اکثریت دین ہی سے بے بہرہ ہے، اس لیے دینی مدارس کی کوئی اہمیت ان کے دلوں میں بھی نہیں۔ اب لے دے کے علماء کا ایک طبقہ اور ان سے وابستہ کچھ اہل ثروت اور متوسط افراد رہ جاتے ہیں جن کی توجہ اور امداد سے یہ مدارس آباد ہیں اور علوم دینیہ کی تعلیم و تعلم کا سلسلہ قائم ہے۔

ان مدارس کا بنیادی مقصد یہ قطعاً نہیں ہے کہ یہاں لیکچرار اور پروفیسر پیدا ہوں، ڈاکٹر اور انجینئر تیار ہوں یا سرکاری مناصب کے اہل افراد یہاں سے فارغ ہوں بلکہ ان مدارس کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ یہاں سے قرآن و حدیث کے ماہر پیدا ہوں، قابل مدرس، عمدہ خطیب اور داعی پیدا ہوں، مفسر، فقیہ، مفتی اور محدث تیار ہوں تاکہ اہل دین کی دینی ضروریات پوری ہوں اور دین کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہوا جاسکے۔ اب اگر ان مدارس سے فارغ ہونے والے حضرات بھی لیکچرار اور پروفیسر بن جائیں، ٹیچر اور کلرک بن جائیں یا کسی اور سرکاری ملازمت میں کھپ جائیں تو ظاہر بات ہے کہ اس طرح ان مدارس کا بنیادی مقصد ہی ختم ہو جاتا ہے۔

بنابریں حضرت مولانا (عطاء اللہ حنیف بھوجیانی)

خاص بیاد مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مضمون: میرے مربی، محسن اور استاد از حافظ صلاح الدین یوسف، شیش محل روڈ لاہور، طبع اول ۲۰۰۵ء، ص: ۴۲۱-۴۲۰)

دینی مدارس کو درپیش چیلنجز کے تعلق سے ایک آخری بات یہ عرض کرنی ہے کہ اس ملک میں آئے دن مدارس کے خلاف جو آوازیں اٹھتی ہیں، ان کا مقابلہ کرنے کے لیے ملک کے تمام دینی مدارس کا ایک ایسا متحدہ محاذ بنانے کی ضرورت ہے جو ملک کے آئین و دستور میں دی گئی ضمانتوں اور بنیادی حقوق کی روشنی میں ان کو تحفظ فراہم کرے۔ جب ملک کی تمام اقلیتوں کو اپنے مذہب اور تہذیب کی بقا اور حفاظت کے لیے تعلیمی درسگاہیں قائم کرنے کی اجازت اور آزادی حاصل ہے تو یہ سیاسی بیان بازیاں کیا معنی رکھتی ہیں۔ کیا ہی بہتر ہوتا کہ مدارس کا یہی متحدہ وفاق اپنے متعین وکلاء کی ایک ٹیم بھی رکھتا جو مدارس کو قانونی مشورے دیتا اور اگر کوئی سرکار ان کے خلاف کوئی کارروائی کرتی تو وکلاء کی یہی جماعت ان کا دفاع بھی کرتی۔ جمہوریت میں احتجاجی جلسوں کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن قانونی لڑائی ایک ایسا ہتھیار ہے جس سے مدارس کے بدخواہوں کو کراہہ جواب دیا جاسکتا ہے۔

☆☆☆

سلسلہ ہی قریب قریب بند ہو گیا ہے۔ نتیجہً ارتداد کا فتنہ موجود ہے لیکن کوئی ابوبکر پیدا نہیں ہو رہا ہے، کفر دندنارہا ہے لیکن درہ فاروقی کو حرکت میں لانے والا کوئی نہیں، تاریکی اور اندھیرے بڑھ رہے ہیں لیکن ایمان و ہدایت کی مشعلیں فروزاں کرنے والے نظر نہیں آ رہے ہیں، بلکہ نوبت بائیں جا رسید کہ مسندیں اجڑ رہی ہیں، مسجدیں ویران ہو رہی ہیں، علمی و دینی ادارے زبوں حالی کا شکار ہیں اور تحقیق و افتاء کے میدان خالی ہو رہے ہیں۔

کیا ہمارے نوجوان علماء میں ان ضرورتوں کا ادراک نہیں؟ کیا انہیں اپنی ذمہ داریوں کا کوئی احساس نہیں؟ کیا مدارس کے چارہ گروں کو بھی اس کا حل اور اس کا علاج سوچنے کی ضرورت نہیں؟ اکیس منکم راجل دشید۔

انسوس! علماء بھی ایثار و قربانی کا راستہ چھوڑ کر مادی منفعتوں اور لذتوں کو ترجیح دے رہے ہیں۔ دعوت و تبلیغ کی پرخار وادیوں کے مقابلے میں دنیوی مناصب اور بھاری بھر کم تنخواہوں کی طرف دوڑ رہے ہیں اور سادگی و زہد کی بجائے دنیا کی آسائشوں اور راحتوں کے طالب بن گئے ہیں، جس کی وجہ سے غزالی، رازی، ابن تیمیہ اور ابن قیم وغیرہ تو کجا داود غزنوی اور اسماعیل سلفی کا جانشین پیدا نہیں ہو رہا، ابراہیم میرسیا لکوٹی اور ثناء اللہ امرتسری کی جگہ لینے والا تیار نہیں ہو رہا اور حنیف ندوی اور محمد عطاء اللہ حنیف جیسی یگانہ روزگار شخصیتیں بھی خواب و خیال معلوم ہونے لگی ہیں۔

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور، مدیر: حافظ عبدالوحید، اشاعت

اسلام: لوگوں کو سمجھانے اور اپنوں کے عمل کی ضرورت

فضل اللہ انصاری سلفی ربحوارہ، مدھوبنی، بہار

جاتے ہیں، جب کہ قرآن کی تاکید اس آیت میں دیکھ سکتے ہیں:

[وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا] (الاسراء: ۳۶)

اور جس بات کا علم آپ کو نہیں، اس کے پیچھے نہیں پڑو، کیوں کہ کان، آنکھ اور دل سب کے تعلق سے سوال کیا جائے گا۔

دانشوری الگ بات ہے اور شریعت کے مسائل و احکام پر لکھنا بولنا الگ بات ہے۔ دین کی باتوں کا ابلاغ و ترسیل یا نشر و اشاعت بڑا ذمہ دارانہ عمل ہے۔ سلف صالحین کا وطیرہ تھا کہ وہ بنا تا کہ و اطمینان کے، زبان جلدی نہیں کھولتے تھے اور تحقیق و تفتیش اور چھان بین کیے بنا نہیں لکھتے تھے۔

جس ماحول میں مسلم معاشرے کے اندر عام طور پہ رائج ٹوٹی والے لوٹے کے تعلق سے یہ سوچ کا فرما ہے کہ چون کہ عرب میں پانی کی قلت تھی، اس لیے کم ہی مقدار میں پانی گریے، اس لیے مسلمان ایسے لوٹوں کا استعمال کرتے تھے، حجاب اور برقع کے تعلق سے ایسی سوچ کہ چون کہ عرب ریگستانی علاقہ تھا، اس لیے دھوپ کی تپش اور گرمی کی

اسلام، پیغمبر اسلام، قرآن اور نماز، روزہ و قربانی، حج، طلاق، خلع و حجاب وغیرہ جیسے عناوین پر اخباری محتویات جن کو صحافتی پیٹرن پر ایسے لوگ لکھتے ہیں جن کا ان سے کوئی خاص لگاؤ اور لینا دینا نہیں رہتا، یا پھر ایسے لوگ جن کو اصلاً کما حقہ علم نہیں اور ان پر لکھنے سے پہلے وہ صحیح انفارمیشن جمع نہیں کر پاتے۔ یہ بھی کبھی کبھی وجہ بنتی ہے غلط استنتاج اور بے بنیاد نتیجہ خیزی کی، لیکن ستم بالائے ستم یہ کوئی کم نہیں کہ اپنوں میں جو اہل علم کہلاتے ہیں ان کی ایک قسم ان لوگوں کی ہے، جن کے پاس کتاب و سنت اور اصول شرع و مصادر کا علم تو ضرور ہے، لیکن ان کو اپنے معنی مطلب اور غرض و غایت کے تناظر میں ایسا پیش کرتے ہیں کہ بات بننے سے زیادہ بگڑتی ہے، بلکہ یہ اور خطرناک بات بن کر سامنے آتی ہے، کیوں کہ جو لوگ گھات لگائے بیٹھے ہیں، ان کے لیے ایسے لوگ کم مسئلہ نہیں پیش کرتے اور وہ بظاہر دلائل کی روشنی میں اپنی باتیں پیش کرتے نظر آتے ہیں تو عام لوگ (خاص طور پہ غیر مسلمین) سمجھتے کہ یہی اصل شکل و صورت اسلام کی۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

دوسری قسم ان لوگوں کی ہے، جن کو شریعت کا وہ علم تو نہیں لیکن، علم ان کے پاس ہے، جسے وہ شریعت کی باتوں کی ترسیل کے لیے آزادانہ، بلکہ کبھی کبھی غیر ذمہ دارانہ لکھ بول

کس کو نہیں، سب کو ہے، لیکن مانیں گے نہیں، چاہے غلط فہمیاں پیدا ہوں تو ہوں۔ بات یہاں سے بڑھ کر جائے گی مکمل اسلام اور پیغمبر اسلام تک، جو اب کے وقت بنیادی طور پہ نشانے پر ہیں۔ میڈیا، ذرائع ابلاغ اور سوشل میڈیا سب اپنے اپنے وہی فرائض انجام دے رہے ہیں، جو کل تک استنراق نے پوری رغبت و استغراق کے ساتھ انجام دیا تھا۔ اذان کے ابتدائی کلمے 'اللہ اکبر' کے تعلق سے غیر مسلمین پوچھتے ہیں کہ، اس وقت اکبر بادشاہ کا نام کیوں لیا جاتا ہے، سحری اس لیے کھاتے ہیں، تاکہ پھر دن بھر بھوک نہ لگے، شام کے بعد رات بھر اس لیے کھاتے ہیں، تاکہ دن بھر نہیں کھانے کی بھرپائی کی جاسکے۔ مکمل روحانی عمل کی یہ شکل بنادی جاتی اور ہم ان کی ایسی غلط فہمیاں دور نہیں کر سکتے تو شرک و کفر اور غیر اللہ کی پرستش کی تردید کیسے کر سکتے ہیں، جب خود اپنے ہی قبر پرستی کے شکار ہیں اور تعویذ گنڈوں کی گندگیوں میں ملوث ہیں۔ اسلام کی بناء ہی صحیح عقیدے پر ہے اور اپنی یہی عمارت متزلزل ہے، عبادات میں روایات پر چلن کا چلن ہے۔

معاشرہ میں بدعقیدگی پر مبنی غلط سماجی ریتی رواج کا تاج لگا ہے، بیع و شراء، تجارت و کاروبار اور اقتصادیات میں ہم اوروں کی طرح کذب و جھوٹ کے علاوے ربا اور سود پہ سود کے عادی و نحو گر بنتے جا رہے ہیں تو باقی اور چیزوں کا کیا کیا جائے۔ اخلاقی طور پر ہم صرف زبانی جمع خرچ اور کسب مال کے لیے گوگل سرچ میں لگے ہیں۔ خدمتِ خلق، انسانی فلاحی ورفاہی کام سب کے سب اور لوگ کرتے ہیں، ہم صرف ان واقعات کو پیش کرتے، جن کے اندر ہمارے

شدت وحدت سے بچنے کے لیے اس کو رواج دیا گیا۔ یعنی باضابطہ شرعی حجاب اور پردے کی قسم برقع کو گویا، ماحولیاتی اثر نے پورا امبریل (چھاتا) بنا دیا، وہاں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء اور غسل کے پانی کے آگے پیمائش مُد وصاع کی مصلحت اندیشی اور [يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَى أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذِينَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا] (الاحزاب: ۵۹)

اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔ اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی پھر نہ ستائی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

ایسی آیتوں اور پھر احادیث کے اندر کی بنیادی باتوں اور شرعی حجاب کی مصلحت و فلسفے کو ایسے لوگ کہاں تک سمجھا سکیں گے، جو بجائے خود بے حجابانہ عورتوں کے گھروں سے خروج و دخول کو روا سمجھتے ہی نہیں، بلکہ پردے کو اسی قدامت پرستی کی مثال سمجھتے ہیں، جو ریگستانی ماحول کے اثر سے سامنے آ کر غلط فہمی پیدا کر گیا ہے۔ یہ تو الگ اختلافی بحث ہے ہی کہ عورت کتنا حجاب کرے گی اور کتنا نہیں۔ عورت اور اس کے حقوق پر پھر تو غلط فہمیوں کا انبار لگے گا ہی کہ اسلام نے ان پر ظلم کیا ہے، ان کے حق مارے ہیں اور ان سے آزادی چھین لی ہے وغیرہ وغیرہ

پھر اس ماحول میں طلاق و خلع کے تعلق سے کیسی کیسی باتیں اُچھلتی کودتی اور فضاؤں میں اُڑتی ہیں، اس کا اندازہ

حیائے عثمانی، شرفِ علی اور صحابہ کرام جیسے نفوسِ قدسیہ کی جماعت کھلے آسمان کے نیچے اس پھیلی زمین پر انسانی تاریخ نے کبھی دیکھا، دیکھ رہی اور کبھی نہ وہ پھر دیکھے گی۔ یہ ساری باتیں اور اسلام کے تعلق سے پھیلائی جانے والی ساری غلط فہمیاں دور کرنا، ان کو دنیا کی مختلف زبانوں میں پیش کرنا، اسلام کی ساری تعلیمات پر از خود پہلے عمل کرنا اور لوگوں کے سامنے خوبصورت آئیڈیل بن کے پیش آنا، اب کے وقت میں سوشل میڈیا جیسے اور ذرائعِ ابلاغ کا صحیح استعمال کر کے اسلام کی واقعی سچی شکل عملاً بھی پیش کرنا عوامِ خواص سب کی ذمہ داری ہے، ورنہ خالی یہی شعر پڑھنے سے کام بنتا تو علامہ اقبال یہ کام کر چکے تھے:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز

چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

یہ بات صحیح بھی ہے کہ:

ہم نہ مٹ جائیں گے دشمن کے مٹا دینے سے

ہماری اپنی کچھ ذمہ داریاں ہیں، جن کو جذباتی اشعار کی لے تال کھوجنے میں بھلا نہیں دینا ہے، بلکہ آگے بڑھ کر اپنے آپ کو اسلامی انداز سے پیش کرنا ضروری ہے، ورنہ پھر مسئلہ کا جب حل نہیں نکلتا تو مسائل اور کھڑے دکھتے ہیں تب تک دیر ہو چکی رہے گی اور افسوس کی ہتھیلیاں ملنے سے اور کچھ تو نہیں ملتا۔ سب سے مہمان انسان کی پہچان یہی ہے کہ وہ اپنی غلطیوں کا تدارک کر لے اور اپنی ذمہ داریاں سمجھ لے۔ سب چیزوں کے لیے دوسروں کو ذمہ دار ٹھہرانا اپنی غلطیوں میں اور اضانے کا بڑا ذریعہ اور بین ثبوت بھی ہے۔ رہتا خیر کر، قومِ مسلم کا دور اندھیر کر، آمین۔ ●

سلف صالحین نے اتنے شاندار کارنامے انجام دیئے، جو ان کے لیے تو سبق اور سیکھ بن گئی، لیکن ہمارے لیے صرف اس نام پر لینے کے لیے بھیک بن گئی اور وعظ کی مجلسوں میں پیش کی جانے والی داستان۔ دنیا ایجاد میں لگی ہے اور ہم میلاد میں۔ یہ کم بڑی بات ہے کہ ایک ہی قسم کی بات کا عنوان آپ کے لیے کچھ اور لگتا، وہی دوسروں کے لیے کچھ اور، جب کہ اسلام کا اس سے دور کا بھی واسطہ نہیں، بلکہ اس طرف جاتا ہی کوئی راستہ نہیں۔ یہاں تو کوئی قربانی کا بھی ذبیحہ اللہ کے نام پر قربان کرتا ہے تو اسے جانور کو راحت رسائی کے لیے اپنی چھری تیز کرنا پڑتی ہے، پرندے کو محض نشانے سادھنے کے لیے باندھنا قابلِ مذمت عمل قرار دیا گیا، گئے کو پانی پلانا جنت میں دخول کا ذریعہ بنتا اور محتاج و مسکین، بے کس و لاچار کو بھی کھلا پلا دینے کے عوض دعائیہ بدلہ طلبی سے روکا جاتا۔ چاہے کوئی بھی رہے ان کو سب و شتم کرنے اور سوشل میڈیا پر گالی گلوچ کرنے سے بچنے کی شریعت نے خاص تاکید کی ہے۔ انسانی عزت و تکریم ہی سمجھئے کہ سورہ دہر کو سورہ انسان کا عنوان ملا۔

عورتوں کی بات کیجیے تو، سورہ نساء ملی، شخصی وقار کے تحفظ کی بات اور دیگر آسمانی ادیان کے پیغمبران کی قدر سمجھئے تو، ہود و ابراہیم اور یونس، یوسف، مریم جیسے نام قرآن نے بیان کیے۔ ایک انسانی جان کی ہلاکت کو پوری بنی نوع انسانی کی ہلاکت قرار دیا گیا اور عدل و انصاف کی بات آئی تو دنیا کے سب سے بڑے عادل جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ کی چوری پر ان کے ہاتھ کاٹ دیئے جانے کا اعلان کیا۔ صدق و صفا اور وفائے بو بکری، عدل فاروقی،

ایمان لے آؤ

ڈاکٹر عبدالکریم سلفی علیگ
اسلامک دعویٰ سنٹر، ممبئی

ایمان لے آؤ! یہ حکم ہے یا مشورہ؟

یہ مشورہ نہیں بلکہ حکم ہے اس ذات واحد کا جو اپنے بندوں کے ہر ہر خبر سے واقف رہتا ہے، جو اٹھنے، بیٹھنے، چلنے پھرنے والے کے ہر عمل پر مکمل نگرانی رکھتا ہے، جو یہ جانتا ہے کہ کون اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتا ہے، کون اس کے مجبور بندوں پر ظلم ڈھاتا ہے، کون ہے جو لوگوں کے حقوق کو پامال کرتا ہے، کون ہے جو اس کے رسول پر ایمان نہیں لاتے ہیں، اور اگر ایمان لاتے ہیں تو کون ہیں وہ جو زبانی مسلمان ہیں عمل میں کوسوں دور ہیں، سماج و معاشرے کے ہر ہر پل کی خبر رب العالمین رکھتا ہے، جب رب کے بندے رب کے کلام سے غافل ہو گئے، جب نبی کے فرامین سے دور ہونے لگے، جب دینی تعلیمات سے زیادہ رسم و رواج کو اہمیت دی جانے لگے، جب من کی پرستش شروع ہو جائے تو ایسے ہی حالات کے پیش نظر رب کا یہ حکم صادر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ایسے مسلمانوں سے کچھ اس انداز سے مخاطب ہوتا ہے کہ:

[يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ
الَّذِي أُنزِلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ
وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا

بِعِيدًا] (سورہ نساء: ۱۳۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ پر، اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے اس نے نازل فرمائی ہے، ایمان لاؤ! جو شخص اللہ تعالیٰ سے، اس کے فرشتوں سے اور اس کی کتابوں سے اور اس کے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے کفر کرے تو وہ بہت بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا۔
آئیے ذرا غور کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ کون سے اہل ایمان ہیں جنہیں ایمان لانے کی دعوت دوبارہ دی جا رہی ہے؟

محترم قارئین! جب ہم غور کرتے ہیں تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہ وہ مسلمان ہیں جن کے ایمان کو دنیا و اہل دنیا نے خرید لیا ہے، جن کا ایمان سستا ہو چکا ہے، کہیں بھی اور کسی بھی وقت ان کا ایمان بک جاتا ہے۔

یہ وہ مسلمان ہیں جو رب کے دین سے دور ہیں، ایمان جن کے دلوں میں نہیں اترا، جو کتاب و سنت سے تعلق نہیں رکھتے۔ اس ڈر سے کہ کہیں عمل نہ کرنا پڑ جائے۔ مندرجہ ذیل فہرست تیار کرنے کی ادنیٰ کوشش کی گئی ہے کہ جس سے مسئلے کو سمجھنے میں آسانی ہوگی ان شاء اللہ۔

۱۔ جو شرک میں ملوث ہیں، جو مشکل کشا و حاجت روا

سب سے بلند مقام پر فائز ہیں۔
 اور ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے اخلاق کو
 کچھ اس طرح بیان فرمایا کہ:
 [فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ
 فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ
 عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا
 عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ
 الْمُتَوَكِّلِينَ] (سورہ آل عمران: ۱۵۹)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم
 دل ہیں اور اگر آپ بد زبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب
 آپ کے پاس سے چھٹ جاتے، سو آپ ان سے درگزر
 کریں اور ان کے لئے استغفار کریں اور کام کا مشورہ ان
 سے کیا کریں، پھر جب آپ کا پختہ ارادہ ہو جائے تو اللہ
 تعالیٰ پر بھروسہ کریں، بیشک اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں
 کو پسند فرماتا ہے۔

ترجمہ سے بات واضح ہے کہ اخلاق اللہ کی جانب
 سے ایک خاص نعمت ہے جو وہ اپنے بندوں کو عطا فرماتا ہے،
 جس پر متعدد مقامات پر شریعت میں روشنی ڈالی گئی ہے۔
 اچھے اخلاق کا حامل ہونا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔ آج
 جب بھی ہم میں سے کوئی کسی دوسرے شخص کے اخلاق سے
 متاثر ہوتا ہے تو اس کا تذکرہ ہر جگہ اور ہر محفل میں کرتا ہے،
 اس لئے ہم کو بھی اپنے اخلاق کو بہتر کرنے کی پر زور اور
 کامیاب کوشش کرنی چاہئے۔

۳۔ اس میں وہ اہل ایمان بھی شامل ہیں جو نماز جیسی
 عظیم عبادت سے کوسوں دور ہیں، بعض ایسے ملیں گے جو

اللہ کو چھوڑ کر مردوں، مزاروں، باباؤں اور تعویذ و گنڈوں کو
 سمجھتے ہیں، جو اسلام کے نام پر نہ جانے کتنے نئے تہوار
 پیدا کر لئے ہیں جہاں پر شرکیہ اعمال کھلم کھلا اور بلا جھجک
 کئے جاتے ہیں، جن کا سونا جاگنا، اٹھنا بیٹھنا شرکیات میں
 ہوتا ہے، حالانکہ رب اللعالمین نے اپنے کلام میں انبیاء تک
 کو تنبیہ کر دی کہ اگر شرک آپ میں سے کسی سے بھی ہوگا تو
 اس کے سارے اعمال اکارت اور برباد ہو جائیں گے۔

فرمان ذوالجلال نبی ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے
 کچھ اس طرح سے صادر ہوتا ہے:

[لَئِن أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ
 مِنَ الْخَاسِرِينَ] (الزمر: ۶۵)

ترجمہ: اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے اعمال برباد
 ہو جائیں گے، اور آپ خسارہ اٹھانے والوں میں سے
 ہوں گے۔

۲۔ اس میں وہ اہل ایمان شامل ہیں جن کا اخلاق
 و کردار نبی کریم ﷺ کی سنتوں سے کوسوں دور رہتا ہے،
 پیارے نبی ﷺ کے اخلاق حسنہ اور حسن سلوک کو سمجھنے اور
 فروغ دینے کی کوشش نہیں کی جاتی جبکہ پیارے نبی ﷺ
 ارشاد فرماتے ہیں کہ ”انی بعثت لأتمم مکارم
 الأَخلاق“ (سلسلہ احادیث صحیحہ: ۴۵) کہ میری بعثت ہی
 اسی وجہ سے ہوئی کہ تاکہ میں اخلاق کے تمام مکارم کی
 تکمیل کروں۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے اخلاق کو سورہ قلم میں
 کچھ اس طرح بیان فرمایا کہ [وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ
 عَظِيمٍ] (القلم: ۴) بیشک (اے نبی) آپ اخلاق کے

اس آیت میں اپنے ساتھ ساتھ اہل و عیال پر خصوصی دھیان دینے کی تاکید کی جا رہی ہے۔ آج ہمارے یہاں اس پر کم اور اپنی ذات پر زیادہ دھیان دیا جاتا ہے جو کہ شریعت کی خلاف ورزی اور اخلاقی جرم بھی ہے۔

۴۔ جو ظاہری مسلمان تو ہیں، داڑھی بھی ہے، لباس بھی ہے، بول چال بھی بہتر ہے، ملنساری بھی پائی جاتی ہے پردل میں ایمان کمزور ہے، حالانکہ رب کا کلام ہے:

[وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ] (فصلت: ۳۳)
ترجمہ: اور اس شخص سے بہتر کون ہے جو اللہ کی طرف بلاتا ہے اور نیک اعمال کرتا ہے اور کہتا بھی ہے کہ بیشک میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

دل میں ایمان اسی کا کمزور ہوتا ہے جو عمل میں کوتاہ ہوتا ہے ورنہ اہل ایمان عمل میں بھی سب سے آگے ہوتے ہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اہل ایمان کے صفات بیان کرتے ہوئے تعریف فرمائی اور انہیں دیگر اہل ایمان سے ممتاز قرار دیا۔

آج جب ہم اپنے سماج پر غور کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ آج واقعی ہمارے یہاں ایمان بہت کمزور ہو چکا ہے۔

۵۔ دلوں میں رب کا خوف اور ڈر نہیں رہا، آخرت میں جو ابدا ہی سے ہم غافل ہو گئے، من کی پوجا ہونے لگی، دل میں جو آتا ہے آج ہم وہ کرنا چاہتے ہیں۔ اسلام کیا کہتا ہے، اس کے تعلیمات کیا ہیں، رب کیسا دیکھنا چاہتا ہے؟ رسول کو کیوں نمونہ بنایا گیا اس کی کوئی پرواہ ہم کو نہیں رہی۔

رب نے ارشاد فرمایا:

صرف عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز پڑھتے ہیں، یا ہفتے میں جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں، یا کبھی نماز پڑھ لیا اور کبھی چھوڑ دیا، یا پابند صلاۃ تو ہیں لیکن فجر کی نماز اس وقت پڑھتے ہیں جب صبح نیند سے بیدار ہوتے ہیں جب کہ فجر کا وقت نکل چکا ہوتا ہے۔ حالانکہ رب کا ارشاد ہے:

[فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ، الَّذِينَ هُمْ يُرَاؤُونَ] (الماعون: ۴-۶)
ترجمہ: ان نمازیوں کے لئے افسوس (ویل نامی جہنم کی جگہ) ہے، جو اپنی نماز سے غافل ہیں جو ریا کاری کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ رب کا یہ حکم کہ:
[إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا] (النساء: ۱۰۳)

ترجمہ: بیشک نماز مومنوں پر اس کے مقررہ اوقات میں فرض ہے۔

یا جو نمازی تو ہیں پر ان کے بیوی بچے اور اہل خانہ نماز سے دور ہیں، حالانکہ رب کا حکم ہے

[يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ] (سورہ تحریم: ۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں۔

[فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونَ إِيَّانَا إِنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ] [آل عمران: ۱۷۵]

ترجمہ: تم ان سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔
اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

[وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ ۗ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ] [زمر: ۶۷]

ترجمہ: اور ان لوگوں نے جیسی قدر اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہئے تھی نہیں کی، ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہونگے، وہ پاک و برتر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ اس کا شریک بنائیں۔

۶۔ اب ذرا ہم موبائل فون پر ہی غور کر لیتے ہیں کہ آج موبائل کا استعمال کرتے کرتے ایک مسلمان کتنے حدود کو پامال کر ڈالتا ہے کبھی ہم نے اس پر سنجیدگی سے غور کیا، ہم انٹرنیٹ استعمال کرتے کرتے اتنے زیادہ گہرائی میں چلے جاتے ہیں کہ بالکل حیا کا جنازہ اٹھ جاتا ہے، ایمان کی کیا حالت ہوتی ہوگی، حالانکہ نبی محترم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”لا یزنی الزانی حین یزنی، وهو مؤمن“ جب مومن زنا کرتا ہے تو ایمان اس شخص کے اندر سے نکل جاتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۴۷۵) اور جو شخص ان حیا سوز تصاویر اور فلموں کو دیکھتا ہے اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا، اس سمت میں بھی ہم کو غور کرنے کی اشد ضرورت ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ:

[خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ

وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ] [البقرة: ۷]

دل، کان اور آنکھ سب پر مہر لگ گئے ہوں، بے حس ہو جاتا ہے انسان، حیا سوز مناظر دیکھنے سے شرم و حیا کا جنازہ اٹھ جاتا ہے۔ انسان بے حیائی کے سمندر میں غوطہ لگانے لگتا ہے کہ اب وہ ہر اس کام کو کر ڈالتا ہے جسے ایک با حیا شخص کبھی کرنے کا تصور نہیں کر سکتا۔

محترم قارئین! یاد رہے ایسے ہی افراد کو اس آیت میں مخاطب کیا گیا ہے کہ ایمان لے آؤ! اب بھی موقع ہے، واپس آ جاؤ اپنے رب کی طرف، اپنے رسول کی طرف، آخرت پر غور کرتے ہوئے ایمان لے آؤ، قیامت آنے والی ہے، میدان محشر میں پائی پائی اور ذرے ذرے کا حساب دینا ہے۔ گویا اللہ رب العالمین ہم مسلمانوں کو ایک موقع دے رہا ہے کہ اب بھی وقت ہے سنبھل جاؤ!

۷۔ آج ٹک ٹاک (TikTok) کا زمانہ ہے۔ اپنی فلم خود بناؤ اور خود سلپیرٹی بنو، اس سمت میں مسلم لڑکے لڑکیاں بے انتہا بے حیائی تک پہنچ چکے ہیں، گانا گاتے ہیں، ڈانس کرتے ہیں، میوزک پر تھرکتے ہوئے اپنے جسم کی نمائش اور جذبات کو بھڑکانے والے اشارے کرتے ہیں۔ بیہودہ و گندی گفتگو کو اپلوڈ کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ، برہنگی اس قدر نوجوانوں کو اپنے سٹلجے میں کس چکی ہے کہ اب آج کا نوجوان اسے تہذیب و کلچر اور لبرل سوچ سے تعبیر کرتے ہوئے مطمئن نظر آ رہا ہے۔ حالانکہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

[إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ] [نور: ۱۹]

نوجوان طبقہ تو ان شاء اللہ وہ گناہوں سے بچ کر ایک بہتر نوجوان بن سکتے ہیں۔

اسی طرح کے صفات کے حامل افراد سے رب نے کہا کہ اے مسلمانوں! مسلمان بن جاؤ!

۹۔ اس میں وہ مسلمان بھی شامل ہیں جو سود خوری جیسی خطرناک عادت کے شکار ہو چکے ہیں، سودی لین دین، سودی کاروبار، بلڈنگوں کی تعمیر، بڑے بڑے بزنس سب اسی پر منحصر اور اسی میں مست کوئی پرواہ نہیں حالانکہ سود کی تباہ کاریاں واضح ہیں، سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے اس سے سختی سے منع فرمایا:

[الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقْوَمُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكِ بِأَثْمِهِمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ] (بقرہ: ۲۷۵)

ترجمہ: جو لوگ سود کھاتے ہیں، وہ لوگ نہ کھڑے ہوں گے مگر اسی طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا جسے شیطان چھو کر خبطی بنا دے۔ یہ اس لئے کہ یہ کہا کرتے تھے کہ تجارت بھی تو سود ہی کی طرح ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام، جو شخص اپنے پاس آئی ہوئی اللہ کی نصیحت سن کر رک گیا اس کے لئے وہ ہے جو گذرا اور اس کا معاملہ اللہ کی طرف ہے اور جو پھر دوبارہ (حرام کی طرف) لوٹا وہ جہنمی ہے، ایسے لوگ ہمیشہ ہی جہنم میں رہیں گے۔

۱۰۔ اس میں وہ مسلمان بھی شامل ہیں جو ماں باپ کی

ترجمہ: جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کے آرزو مند رہتے ہیں ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہیں اللہ سب کچھ جانتا ہے اور تم کچھ بھی نہیں جانتے۔ اب فحشیات میں ملوث افراد جو اپنے فحش کلام اور ویڈیوز کو عام کرتے ہیں ذرا رب کے اس فرمان پر غور کر لیں کیونکہ خسارہ اور نقصان انہیں کا ہونے جا رہا ہے۔ وقت ہے غنیمت جانتے ہوئے شرمندہ ہوں اور توبہ استغفار کر لیں۔

۸۔ دیکھنے میں تو ماشاء اللہ قابل قدر مسلمان دکھتے ہیں... لیکن جب وہ تہائی میں جاتے ہیں تو کیا کیا عمل انجام دیتے ہیں اللہ کہ پناہ...

ایسے ہی افراد کے متعلق پیارے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں بعض ایسے ہونگے کہ قیامت کے دن تہامہ پہاڑ کے برابر نیکیاں لیکر آئیں گے لیکن انکی نیکیاں برباد ہو جائیں گی، اللہ تعالیٰ ذرات کے مانند انہیں اڑا دے گا۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے پیارے رسول ﷺ سے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہوں گے؟ ذرا ان کے صفات بیان کر دیں تاکہ ہم ان میں سے نہ ہو جائیں انجانے میں، تو نبی محترم ﷺ نے جواب دیا کہ وہ تمہارے ہی بھائی ہونگے، تمہاری طرح راتوں کو عبادت کریں گے لیکن جب انہیں گناہ کرنے کا موقع ملے گا تو وہ ضرور گناہ کریں گے (رواہ ابن ماجہ: ۴۲۴۵، وصحیحہ الالبانی رحمہم اللہ)

آج کا مسلمان اس مذکورہ حدیث پر غور کر لے لخصوصاً

نافرمانی کرتے ہیں، سورہ اسراء میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو نصیحت فرمائی:

[وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ
وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ إِنَّمَا يُبَلِّغُنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ
أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا
تَنْهَرهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا] (اسراء: ۲۳)

ترجمہ: اور آپ کے رب نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کے علاوہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو اور اپنے والدین (ماں باپ) کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، اگر ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں (لفظ) اف تک نہ کہو، اور نہ ہی انہیں ڈانٹو اور ان سے ہمیشہ نرمی سے بات کیا کرو۔

ہم اپنے اوپر غور کریں کہ کیا آج ہم اپنے والدین کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرتے ہیں جیسا رب نے یہاں بیان فرمایا ہے۔ اگر ہاں تو بہت اچھی بات ہے لیکن بہت ہی کم ایسے لوگ ملیں گے جو اس انداز سے اپنے والدین سے پیش آتے ہوں گے۔ ابھی چند دنوں پہلے ایک سچی خبر ملی کی ممبئی میں ایک شخص اپنے والد کو علاج کے لیے ہاسپٹل میں بھرتی کرایا ان کے علاج کے پیسے بھی دیتا تھا لیکن کبھی ان سے ملنے اور انکی تیمارداری کرنے نہیں جاتا تھا، والد پریشان ہو کر ہاسپٹل چھوڑ کر گاؤں اپنے گھر چلے گئے اور وہیں مقامی طور پر علاج کرا رہے ہیں، آج ایسی بھی اولاد موجود ہیں، سوسائٹی کی حالت پر رونا آتا ہے کہ ہم اتنا گر چکے ہیں کہ اپنے والدین تک کو نظر انداز کرنا شروع کر دیا ہے۔

۱۱۔ اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں کہ جن کے پڑوسی ان کی شرارتوں سے محفوظ نہیں رہتے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

روایت کرتے ہیں کہ پیارے رسول نے ارشاد فرمایا اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، پوچھا گیا کون ہے وہ اے اللہ کے رسول؟ آپ نے جواب دیا: کہ جس کی شرارتوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو (بخاری: ۶۰۱۶، مسلم: ۴۶)

اسی طرح رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ:

[وَأَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ۚ
وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ
وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ
وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ
أَيْمَانُكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا
فِئْتَوًّا] (النساء: ۳۶)

ترجمہ: اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی چیز میں شرک نہ کرو، والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، رشتہ دار پڑوسیوں، اجنبی پڑوسیوں، پہلو کے ساتھ (یعنی بیوی) مسافر اور غلاموں سے اچھا سلوک کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حسن سلوک کرنے پر ابھارا ہے، اور کن کن سے اچھے سے پیش آنا ہے اس کی تفصیل بھی رب نے بیان فرمائی ہے۔

۱۔ اللہ کے حق کو پہچانو، شرک نہ کرو۔

۲۔ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

۳۔ رشتے داروں کے ساتھ اچھے سے پیش آؤ۔

۴۔ یتیموں کے دکھ درد میں شریک رہو۔

۵۔ مسکینوں کا خیال کرتے رہو۔

۶۔ رشتے دار پڑوسیوں کا خیال کرا کرو۔

کریں کہ ان شاء اللہ کسی کی غیبت ہم آج سے نہیں کریں گے، اور بھی ہیں غم زمانے میں محبت کے سوا۔

نہ جانے کتنے مسائل ہیں کہ جن پر گفتگو کی سخت ضرورت ہے، سماج میں بدلاؤ لانے پر بات کریں، محلے میں غریب غرباء کے لیے کچھ کرنے کی بات کریں۔ تعلیم اور اصلاح کے مسائل پر گفتگو کریں۔ مسکین اور محروم لوگوں کے لئے کچھ پلان بنائیں۔ اپنے محلے کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کریں۔ جب یہ سب کام کریں گے تو پھر گناہ کرنے کے مواقع ہی ان شاء اللہ ختم ہو جائیں گے۔ اپنے آپ کو خیر کے کاموں میں لگانے کا فائدہ یہی ہوتا ہے کہ پھر بکواس کے لیے وقت ہی نہیں بچتا۔

خلاصہ کلام: کہ اے مسلمانوں مسلمان ہو جاؤ یعنی تمام برائیوں سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اسلام میں مکمل داخل ہو جاؤ۔ نیکی کے کام کرو۔ تقویٰ و پرہیزگاری اپناؤ۔ ہمیشہ وہ کام کرو جو ہمارا رب چاہتا ہے۔ وہ اخلاقیات اپناؤ جو پیارے نبی ﷺ نے بیان کئے اور کر کے عملی نمونہ چھوڑ گئے۔

محترم قارئین! یاد رہے! ضروری نہیں ہے کہ میں نے جتنے نکات کی نشاندہی کی ہے وہ فائنل ہیں بلکہ اور بھی نکات ممکن ہیں۔ پر میرے ذہن میں جو چیزیں آئیں، میں نے انہیں آپ کے سامنے پیش کرنا مناسب سمجھا وہ قلمبند کیا۔ جو غلطیاں ہوں گی وہ میری کم علمی کی بنیاد پر ہوں گی۔ امید کرتا ہوں کہ آپ نشاندہی کر کے اصلاح کا موقع عطا کریں گے اور جو خیر کی بات ہوگی وہ میرے رب سبحانہ و تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ اللہ بڑے فضل و کرم والا ہے۔ ●●

۷۔ اجنبی پڑوسیوں کا بھی خیال کرو۔
۸۔ پہلو کے ساتھ یعنی بیوی یا وہ مسافر جو آپ کے بغل میں رہتے ہیں ان کا بھی خیال کرو۔
۹۔ مسافر کا خیال کرو۔

۱۰۔ غلاموں سے بہتر طریقے سے پیش آؤ۔
۱۲۔ اس میں وہ مسلمان بھی شامل ہیں جو غیبت کرتے ہیں، ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے میں لگے رہتے ہیں، ایسے افراد کے متعلق رب کا یہ فرمان ہے:

[يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبَ بَعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ] [حجرات: ۱۲]

ترجمہ: اے ایمان والو! زیادہ گمان کرنے سے بچو، کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے ٹوہ میں نہ لگو اور نہ ہی تم میں سے بعض بعض کی غیبت و چغلی کیا کرے، کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، یقیناً تم اسے ناپسند کرو گے، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

جہاں موقع مل جائے، وہیں ہم شروع ہو جاتے ہیں ایک دوسرے کی برائی کرنے لگتے ہیں، فلاں ایسا ہے تو فلاں ویسا ہے، اور خوب لمبی لمبی گفتگو ان مسائل پر ہوتی ہے جس سے سوائے نقصان کے اور کچھ ہاتھ آنے والا نہیں یعنی مکمل گھائے کا سودہ، گھائے کا یہ سودہ کون عقلمند مسلمان کرنا چاہتا ہے؟ میرے خیال سے کوئی نہیں، تو پھر آئیے عہد

عالم اسلام

ظل الرحمن فائق بندوی
سنٹرل لائبریری، جامعہ سلفیہ، بنارس

ملتی اعجاز علمی:

اجلاس میں شریک عرب وزراء کو فلسطین میں درپیش مسائل اور خطرات سے متعلق تفصیلی خلاصہ پیش فرمائیں گے۔
(وقت نیوز آن لائن)

پولیو کے خاتمہ کے لیے عالمی اسلامی کانفرنس:

مسقط کے دار الحکومت عمان میں پولیو کے انسداد اور خاتمہ کے لیے عالمی اسلامی کانفرنس کا آغاز ہو گیا ہے، جس کا مقصد علماء کرام و مشائخ عظام کے غور و خوض کے بعد اس موذی مرض پر قابو پانے کے لیے ایک جامع حکمت عملی وضع کرنا ہے۔

عالمی ادارہ صحت کے مشرقی بحر الکاہل خطے کے ریجنل ڈائریکٹر ہنماؤں پر زور دیا ہے کہ وہ آگے آئیں اور پولیو کے ختمہ کے لیے اپنا اہم کردار ادا کریں۔ مزید انہوں نے کہا کہ جن علاقوں میں اس مرض سے متاثر ہونے کے زیادہ خطرات ہیں، وہاں بچوں کو حفاظتی ٹیکے لگانا وقت کا اہم تقاضا ہے۔ نیز انہوں نے پولیو کے انسداد کے لیے مکمل طور پر اقدامات کرنے پر زور دیا ہے۔

(وقت نیوز آن لائن)



رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ نے عالمی ادارہ برائے کتاب و سنت کے ذریعہ، وزارت تعلیم مصر کے تعاون سے دو مکرم و حیوں میں اعجاز علمی سیمینار کا اہتمام کیا۔ رواں سال میں اس نوعیت کے سیمینار کی تعداد کل چھ شمار کی گئی ہے، جو مختلف کمشنریٹ میں منعقد ہوئیں، جس سے اب تک الحمد للہ تین ہزار پانچ سو ساतذہ نے استفادہ فرمایا۔

(رابطہ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ)

فلسطین کی صورت حال پر عرب لیگ کا اجلاس:

فلسطین کی تازہ صورت حال پر منصوبہ بندی کے لیے عرب لیگ کا وزرائے خارجہ سطح کا اہم اجلاس مورخہ ۲۱ اپریل بروز اتوار کو قاہرہ میں طلب کیا گیا ہے۔ دراصل عرب لیگ کا یہ ہنگامی اجلاس فلسطین کی درخواست پر منعقد ہو رہا ہے، جس میں فلسطین کی تازہ صورت حال پر غور و خوض کیا جائے گا۔

عرب لیگ کے جنرل سکرٹری کے ترجمان حسام الزکی نے ایک حالیہ بیان میں کہا ہے کہ مذکورہ ہنگامی اجلاس میں فلسطینی صدر محمود عباس بھی شرکت کریں گے۔ اور وہ اس

اخبار جامعہ سلفیہ بنارس

حسب سابق اس سال بھی طلبہ جامعہ کے اندر علمی میدان میں جذبہ مسابقت پیدا کرنے اور شعبہ خطابت میں ان کی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے کے لیے ”ندوة الطلبة“ کے زیر اہتمام مختلف زبانوں میں سالانہ انعامی تقریری مسابقتے ہوئے۔ تفصیلی خاکہ حسب ذیل ہے:

(الف) مرحلہ کلیہ (کلیۃ الحدیث، کلیۃ الشریعہ، کلیۃ الدعوة)

● خطابت بزبان اردو، بتاریخ: ۲/مارچ ۲۰۱۹ء

عنوان: جرائم کے سدباب میں اسلام کا کردار

تعداد شرکاء: (۵۰)

صدر: فضیلۃ الشیخ محمد مستقیم صاحب سلفی

حکم: فضیلۃ الدکتور محمد ابراہیم صاحب مدنی، فضیلۃ الشیخ محمد عبدالقیوم مدنی

پہلی پوزیشن:	میزان الرحمن محمد سلیمان	کلیۃ الحدیث ۳
دوسری پوزیشن:	محمد شمیم محمد سلیمان	کلیۃ الشریعہ ۱
تیسری پوزیشن:	اعجاز الحق انوار الحق	کلیۃ الحدیث ۳

● خطابت بزبان عربی، بتاریخ: ۹/مارچ ۲۰۱۹ء

عنوان: المستشرقون ومخططاتهم المرسومة للإسلام

تعداد شرکاء: (۱۷)

صدر: فضیلۃ الشیخ عبداللہ طیب صاحب مکی

حکم: فضیلۃ الشیخ اسرار احمد صاحب ندوی، فضیلۃ الشیخ سیف الرحمن صاحب مدنی

پہلی پوزیشن:	سماں حنیف محمد رحیم	کلیۃ الحدیث ۲
دوسری پوزیشن:	میزان الرحمن محمد سلیمان	کلیۃ الحدیث ۳
تیسری پوزیشن:	مامون رشید ہارون رشید	کلیۃ الحدیث ۱

- خطابت بزبان انگریزی، بتاریخ: ۱۴/ مارچ ۲۰۱۹ء

عنوان: Importance of Higher Education in Present Era

تعداد شرکاء: (۱۴)

صدر: ماسٹر نیر احمد صاحب واحدی

حکم: ماسٹر وقار احمد اعظمی، ماسٹر ابو حمزہ بناری

پہلی پوزیشن: محمد ظاہر محمد سلیم
 دوسری پوزیشن: عبدالرحمن محمد عالمگیر
 تیسری پوزیشن: عبداللہ سعود ابوتراب

کلیۃ الدعوة ۲/

کلیۃ الشریعہ ۱/

کلیۃ الحدیث ۱/

- خطابت بزبان ہندی، بتاریخ: ۲۰/ مارچ ۲۰۱۹ء

عنوان: Lorark dk vfk vlg egro

تعداد شرکاء: (۱۱)

صدر: فضیلۃ الشیخ ابوصالح دل محمد صاحب سلفی

حکم: فضیلۃ الشیخ نور الہدی صاحب سلفی، ماسٹر وقار احمد صاحب اعظمی

(ب) مرحلہ عالمیت

- عالم ثانی، خطابت بزبان اردو، بتاریخ: ۲/ مارچ ۲۰۱۹ء (سنیچر)

عنوان: بڑھتے ہوئے جرائم میں مخلوط تعلیم کا کردار

تعداد شرکاء: (۲۳)

صدر: فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبدالصبور ابوبکر صاحب مدنی

حکم: فضیلۃ الشیخ سعید میسر صاحب مدنی، فضیلۃ الشیخ طاہر حسین صاحب سلفی

پہلی پوزیشن: محمد سجاد اطہر علی
 دوسری پوزیشن: محمد توصیف نظام الدین
 تیسری پوزیشن: فیض اکرم محمد عظیم

- عالم اول، خطابت بزبان اردو، بتاریخ: ۲/ مارچ ۲۰۱۹ء

عنوان: ملک کے موجودہ حالات اور ہماری ذمہ داریاں

تعداد شرکاء: (۵۳)

صدر: فضیلۃ الشیخ محمد یونس صاحب مدنی

حکم: فضیلتہ الشیخ محمد یوسف صاحب مدنی، فضیلتہ الشیخ محمد ایوب صاحب سلفی
 پہلی پوزیشن: صہیب محمد زبیر
 دوسری پوزیشن: محمد نعم محمد طاہر
 تیسری پوزیشن: فیصل جمال اختر اختر حسین

● عالم ثانی، خطابت بزبان عربی، بتاریخ ۱۴ مارچ ۲۰۱۹ء
 عنوان: حرية الفكر حدودها وضوابطها

تعداد شرکاء: (۱۳)

صدر: فضیلتہ الشیخ اسعد اعظمی صاحب
 حکم: فضیلتہ الشیخ عبدالکبیر صاحب مدنی، فضیلتہ الشیخ محمد یوسف صاحب مدنی
 پہلی پوزیشن: عبدالکافی نور الاسلام
 دوسری پوزیشن: حماد انصاری محمد ارشد
 تیسری پوزیشن: فیض اکرم محمد عظیم

● عالم اول، خطابت بزبان عربی، بتاریخ ۱۴ مارچ ۲۰۱۹ء
 عنوان: کتمان السر في الإسلام

تعداد شرکاء: (۲۰)

صدر: ڈاکٹر عبدالجلیم صاحب مدنی
 حکم: فضیلتہ الشیخ محمد یونس صاحب مدنی، فضیلتہ الشیخ محمد ایوب صاحب سلفی
 پہلی پوزیشن: محمد نعم محمد طاہر
 دوسری پوزیشن: محمد زین العابدین انائل میاں
 تیسری پوزیشن: فیصل جمال اختر اختر حسین

● خطابت بزبان انگریزی، بتاریخ ۲۰ مارچ ۲۰۱۹ء

عنوان: Importance of Faith in Islam

تعداد شرکاء: (۱۷)

صدر: ماسٹر نیر احمد صاحب واحدی
 حکم: ماسٹر عاصم صاحب سلفی، ماسٹر محمد حمزہ بنارس
 پہلی پوزیشن: عباس عالم ابوالمہاجن
 عالم اول

دوسری پوزیشن: محمد سعود عبد المتین
 تیسری پوزیشن: محمد معراج خلیل الرحمن
 عالم ثانی
 عالم ثانی

● خطابت بزبان ہندی، بتاریخ

عنوان: bLyke ea l oPNrk dk ikB

تعداد شرکاء: (۲۳)

صدر: فضیلۃ الشیخ عبداللہ زبیر صاحب سلفی

حکم: فضیلۃ الشیخ ابوظہ صاحب سلفی، ماسٹر محمد عاصم صاحب سلفی

پہلی پوزیشن: احمد اللہ صدر الدین
 عالم اول

دوسری پوزیشن: حبیب الرحمن محب اللہ
 عالم اول

تیسری پوزیشن: محمد سجاد اطہر علی
 عالم ثانی

(ج) مرحلہ ثانویہ

● خطابت بزبان اردو، بتاریخ: ۹ مارچ ۲۰۱۹ء

عنوان: حسد اور اس کے نقصانات

تعداد شرکاء: (۳۰)

صدر: ڈاکٹر عبدالجلیم صاحب مدنی

حکم: فضیلۃ الشیخ فضل الرحمن صاحب سلفی، فضیلۃ الشیخ محمد یونس صاحب سلفی

پہلی پوزیشن: دلور حسین عبدالوہاب
 ثانویہ ۱

دوسری پوزیشن: عبداللہ محمد مرتضیٰ
 ثانویہ ۲

تیسری پوزیشن: عبدالاحد انیس الرحمن
 ثانویہ ۱

● خطابت بزبان عربی، بتاریخ: ۲۰ مارچ ۲۰۱۹ء

عنوان: الغیبة و أثرها السی فی المجتمع الإسلامی

تعداد شرکاء: (۱۳)

صدر: فضیلۃ الشیخ نعیم الدین صاحب مدنی

حکم: فضیلۃ الشیخ محمد یوسف صاحب مدنی، فضیلۃ الشیخ محمد اسلم مبارک پوری

پہلی پوزیشن: دلور حسین عبدالوہاب
 ثانویہ ۱

دوسری پوزیشن: عبدالاحد انیس الرحمن
 ثانویہ ۱

تیسری پوزیشن: وقاص مسعود مسعود علی
 ثانویہ ۲

(شعبہ اطلاعات و رابطہ عامہ جامعہ سلفیہ بنارس)

جامعہ سلفیہ بنارس میں طلبہ کے درمیان انعامات کی تقسیم

اسلام نے بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے والے افراد کی پذیرائی کی ہے اور اپنے متبعین کو اس جانب خصوصی توجہ دلائی ہے۔ فرمان الہی ہے: ﴿أُولَٰئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ﴾ (المؤمنون: ۶۱) ترجمہ: یہی لوگ ہیں جو بھلائی کے کاموں میں سبقت کرتے ہیں اور اس معاملہ میں پیش رہتے ہیں۔

اسی کے پیش نظر سلفیت کا نگہبان اور جماعت اہل حدیث کا مرکزی ادارہ جامعہ سلفیہ بنارس نے طلبہ کے اندر تعلیمی لیاقت اور علمی صلاحیت اور تفوق و برتری کے جذبے کو پروان چڑھانے کے لیے ہر سال مختلف النوع مسابقات اور پروگراموں کا انعقاد کرتا ہے اور ان مقابلوں میں کامیاب ہونے والے طلبہ کو گراں قدر انعامات سے نوازتا ہے۔ چنانچہ اس سال مورخہ ۲۰۱۹/۴/۲ء بعد نماز عشاء ناظم اعلیٰ مولانا عبداللہ سعود صاحب سلفی کی صدارت میں طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے ایک خصوصی اجلاس منعقد ہوا۔ اس بزم کی نظامت لجنہ الثقافہ کے امین محمد عمر صلاح الدین (کلیۃ الحدیث، سال دوم) کے حصہ میں آئی، انہوں نے پروگرام کا آغاز تلاوت کلام اللہ سے کرنے کے لیے محمد نسیم احمد عبدالاحد (کلیۃ الحدیث، سال آخر) کو آواز دیا اور رد و تقریر کے لیے میزان الرحمن محمد سلیمان (کلیۃ الحدیث، سال آخر) کو دعوت دی۔ موصوف نے ”جرائم کے سدباب میں اسلام کا کردار“ پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اسلام نے جرائم کے روک تھام کے لیے پانچ مصالح دینیہ (۱) حفظ الدین (۲) حفظ النفس (۳) حفظ العقل (۴) حفظ العرض (۵) حفظ المال کے نفاذ پر زور دیا اور آج معاشرہ میں برائی کے پھیلنے کی اصل وجہ انہیں ضرورتِ خمسہ سے بے اعتنائی ہے۔ پھر اس کے بعد عربی تقریر پیش کرنے کے لیے جناب سماں حنیف محمد رحیم (کلیۃ الحدیث، سال دوم) آئے، جنہوں نے ”مستشرقین کے اسلام کے تیس باطل افکار و نظریات“ پر مدلل گفتگو کی۔

بعدہ امین اللجنہ نے صدر مجلس سے باادب درخواست کی کہ وہ پروگرام کے اغراض و مقاصد کو واضح کریں اور جامعہ کی تعمیر و ترقی کے حوالے سے بچوں کی رہنمائی فرمائیں۔ صدر مجلس کے خطاب سے پروگرام کی باضابطہ تعمیل عمل میں آئی۔ بعد ازاں مولانا نادل محمد صاحب سلفی استاد جامعہ سلفیہ بنارس کے انعام یافتہ طلبہ کی حوصلہ افزائی کی۔ اس سال ”اسٹوڈنٹس یونین“ کی ٹیم کی بھی تکریم کی گئی اور عربی و اردو کی متنوع کتابوں کا گلدستہ تقسیم کیا گیا، جس کی فہرست ذیل میں ذکر کی جا رہی ہے:

نمبر شمار	اسمائے طلبہ مع ولدیت	عہدہ	کلاس	انعامات
۱	اعجاز الحق انوار الحق	صدر	کلیتہ الحدیث، سال سوم	موقف اہل السنۃ والجماعہ من اہل الاہواء والبدع رد۔ ابراہیم عامر الرحیمی
۲	عبدالاول محمد عرفان	نائب صدر	کلیتہ الدعوة، سال سوم	الادارۃ والحکم فی الاسلام رد۔ عبدالرحمن بن ابراہیم
۳	محمد ثاقب شکیل احمد	ناظم	کلیتہ الحدیث، سال دوم	حقیقۃ الولاء والبراء فی الکتاب والسنۃ
۴	نور عالم عبدالوحد	نائب ناظم	کلیتہ الشریعۃ، سال دوم	الادارۃ والحکم فی الاسلام رد۔ عبدالرحمن بن ابراہیم
۵	ممتاز احمد شاہد حسین	مدیر	کلیتہ الحدیث، سال دوم	مجموع مؤلفات عبدالرحمن بن خلاف السبت
۶	عبدالرحمن عالمگیر محمد عالمگیر	نائب	کلیتہ الشریعۃ، سال اول	الادارۃ والحکم فی الاسلام رد۔ عبدالرحمن بن ابراہیم
۷	محمد عمر صلاح الدین	أمين اللجنة	کلیتہ الحدیث، سال دوم	حقیقۃ الولاء والبراء فی الکتاب والسنۃ
۸	احتشام احمد صلاح الدین	نائب امین اللجنة	کلیتہ الشریعۃ، سال دوم	الادارۃ والحکم فی الاسلام رد۔ عبدالرحمن بن ابراہیم
۹	عبدالعزیز کیفی کفایت اللہ	أمين دارالکتب	کلیتہ الشریعۃ، سال سوم	الادارۃ والحکم فی الاسلام رد۔ عبدالرحمن بن ابراہیم
۱۰	شاکر حسین معین الحق	نائب امین دار الکتب	کلیتہ الشریعۃ، سال سوم	الادارۃ والحکم فی الاسلام رد۔ عبدالرحمن بن ابراہیم
۱۱	رضاء الرحمن حریر ص الدین	امین دار الاخبار	کلیتہ الدعوة، سال دوم	الادارۃ والحکم فی الاسلام رد۔ عبدالرحمن بن ابراہیم

۱۲	کاشف جمال عبدالرحمن	نائب امین دار الاخبار	کلیۃ الدعوة، سال سوم	شرح أربعین نووی
۱۳	اسد اللہ ابوطالب	خصوصی رکن	کلیۃ الحدیث، سال سوم	موقف اهل السنة والجماعة من اهل الاهواء والبدع
۱۴	ارشاد عالم ابوالحسن	خصوصی رکن	کلیۃ الحدیث، سال سوم	موقف اهل السنة والجماعة من اهل الاهواء والبدع
۱۵	آفتاب احمد شیخ وکیل احمد	خازن	کلیۃ الشریعہ، سال سوم	الادارة والحکم فی الاسلام رد۔ عبدالرحمن بن ابراہیم
۱۶	میزان الرحمن محمد سلیمان	محاسب	کلیۃ الحدیث، سال سوم	الادارة والحکم فی الاسلام رد۔ عبدالرحمن بن ابراہیم
۱۷	خیر البشر سیف الدین	امین الخطابہ اردو	کلیۃ الشریعہ، سال دوم	دین رحمت، اتحاد مسلم
۱۸	شوقی ضیف محفوظ الرحمن	امین الخطابہ اردو	عالمیت سال دوم	دین رحمت، اتحاد مسلم
۱۹	محمد سجاد طہر علی	امین الخطابہ اردو	عالمیت سال دوم	دین رحمت، اتحاد مسلم
۲۰	محمد دانش ریاض احمد	امین الخطابہ اردو	عالمیت سال دوم	دین رحمت، اتحاد مسلم
۲۱	سربلج الاسلام حکمت علی	امین الخطابہ اردو	کلیۃ الدعوة، سال دوم	دین رحمت، اتحاد مسلم
۲۲	ماہتاب عالم نوشاد عالم	امین الخطابہ اردو	کلیۃ الدعوة، سال اول	دین رحمت، اتحاد مسلم
۲۳	محمد حامد عبدالمتین	امین الخطابہ اردو	کلیۃ الدعوة، سال دوم	دین رحمت، اتحاد مسلم
۲۴	محمد اشرف محمد طاہر	امین الخطابہ اردو	عالمیت سال اول	دین رحمت، اتحاد مسلم
۲۵	محب اللہ عبدالواحد	امین الخطابہ اردو	کلیۃ الشریعہ، سال دوم	دین رحمت، اتحاد مسلم

۲۶	فیصل جمال اختر حسین	امین الخطابہ اردو	عالمیت سال اول	دین رحمت، اتحاد مسلم
۲۷	نسیم احمد عبدالاحد	امین الخطابہ اردو	کلیتہ الحدیث، سال سوم	دین رحمت، اتحاد مسلم
۲۸	ذکاء اللہ عبید اللہ	امین الخطابہ اردو	عالمیت سال اول	دین رحمت، اتحاد مسلم
۲۹	محمد فیروز منظور علی	امین الخطابہ عربی	کلیتہ الدعوة، سال دوم	دین رحمت، اتحاد مسلم
۳۰	حماد انصاری محمد ارشد	امین الخطابہ عربی	عالمیت سال دوم	دین رحمت، اتحاد مسلم
۳۱	عبدالکافی نور الاسلام	امین الخطابہ عربی	عالمیت سال دوم	دین رحمت، اتحاد مسلم
۳۲	ساجد کریم عبدالقتاح عارف	امین الخطابہ عربی	عالمیت سال دوم	دین رحمت، اتحاد مسلم
۳۳	معین الاسلام ثناء اللہ	امین الخطابہ عربی	کلیتہ الحدیث، سال دوم	دین رحمت، اتحاد مسلم
۳۴	مامون رشید ہارون رشید	امین الخطابہ عربی	کلیتہ الحدیث، سال اول	دین رحمت، اتحاد مسلم
۳۵	نعیم اختر علی حسین	امین الخطابہ عربی	کلیتہ الحدیث، سال دوم	دین رحمت، اتحاد مسلم
۳۶	سفیان احمد ریاض الدین	امین الخطابہ عربی	عالمیت سال اول	دین رحمت، اتحاد مسلم
۳۷	یاد مرزا محمد رفیق	امین الخطابہ عربی	کلیتہ الشریعت، سال دوم	دین رحمت، اتحاد مسلم
۳۸	فیض اکرم محمد عظیم	امین الخطابہ عربی	عالمیت سال دوم	دین رحمت، اتحاد مسلم
۳۹	فیاض احمد منور حسین	امین الخطابہ عربی	کلیتہ الدعوة، سال سوم	دین رحمت، اتحاد مسلم
۴۰	محمد بدر جہاں محمد درویش	امین الخطابہ عربی	کلیتہ الحدیث، سال دوم	دین رحمت، اتحاد مسلم
۴۱	بشار سعید انوار الحق	رکن دارالکتب	ثانویہ سال اول	موت اور حیات ثانیہ

۴۲	عبدالحسیب شفیع احمد	رکن دارالکتب	عالمیت سال دوم	موت اور حیات ثانیہ
۴۳	عبدالوود عبدالمعبود	رکن دارالکتب	عالمیت سال دوم	موت اور حیات ثانیہ
۴۴	عبدالرحمن محمد جعفر حسین	رکن دارالکتب	کلیۃ الدعوة، سال اول	موت اور حیات ثانیہ
۴۵	حمود حسن فضل حق	رکن دارالکتب	عالمیت سال اول	موت اور حیات ثانیہ
۴۶	نسیم احمد عبدالشکور	رکن دارالکتب	کلیۃ الحدیث، سال اول	موت اور حیات ثانیہ
۴۷	محمد حذیفہ عبدالحسن	رکن دارالکتب	عالمیت سال اول	موت اور حیات ثانیہ
۴۸	عمار مسعود مسعود علی	رکن دارالکتب	ثانویہ سال دوم	موت اور حیات ثانیہ
۴۹	سلمان خان عبدالکلام خان	رکن دارالکتب	عالمیت سال دوم	موت اور حیات ثانیہ
۵۰	محمد صہیب محمد زبیر	رکن دارالکتب	عالمیت سال اول	موت اور حیات ثانیہ
۵۱	سلیم الدین رضی الدین	رکن دارالکتب	عالمیت سال اول	موت اور حیات ثانیہ
۵۲	حبیب الرحمن محفوظ الرحمن	رکن دارالکتب	ثانویہ سال اول	موت اور حیات ثانیہ
۵۳	غفران سہیل سہیل احمد	رکن دارالکتب	ثانویہ سال دوم	موت اور حیات ثانیہ
۵۴	محمد ابو ذر فیروز احمد	رکن دارالکتب	ثانویہ سال دوم	موت اور حیات ثانیہ
۵۵	محمد ندیم ابوسفیان	رکن دارالکتب	عالمیت سال اول	موت اور حیات ثانیہ
۵۶	عبدالسبحان عبدالحنان	رکن دارالکتب	عالمیت سال اول	موت اور حیات ثانیہ
۵۷	زاهد انور	رکن دارالکتب	ثانویہ سال اول	موت اور حیات ثانیہ
۵۸	عبداللہ عبدالحلیم	رکن دارالکتب	عالمیت سال اول	موت اور حیات ثانیہ
۵۹	اعجاز رہبر حبیب الرحمن	رکن دارالاکتبار	ثانویہ سال دوم	موت اور حیات ثانیہ
۶۰	ضیاء الرحمن کمال الدین	رکن دارالاکتبار	ثانویہ سال دوم	موت اور حیات ثانیہ

جامعہ سلفیہ میں طالبان علوم نبوت کے مابین غیر نصابی سرگرمیوں کے لیے ایک استاد کی سرپرستی میں ”ندوة الطلبة“ کو مامور کیا جاتا ہے کہ وہ وقفے وقفے سے ہر پندرہ روز میں لجنۃ الثقافہ کے بنیترتلیے ایک ثقافتی پروگرام کا انعقاد کرے اور اس میں شرکت کرنے والے طلبہ کو پروگرام کے اختتام پر قیمتی انعامات دیے جائیں، چونکہ اپنے متعینہ اصول کے مطابق تمام

نشستوں میں مشارکین کی قیمتی انعامات سے حوصلہ افزائی کی گئی تھی، آخری دو نشستوں کے تحائف بھی اسی نشست میں طلبہ کو دیے گئے، ان دو نشستوں کی کارکردگی ذیل میں ملاحظہ ہو:

۲۱/۲/۲۰۱۹ء کو منعقد ہونے والی مجلس کی صدارت مولانا محمد یونس صاحب مدنی، شیخ الجامعہ، جامعہ سلفیہ بنارس نے نبھائی اور اس پروگرام میں بحیثیت مہمان خصوصی مولانا عبداللہ سعود صاحب سلفی ناظم اعلیٰ جامعہ سلفیہ بنارس تشریف فرما تھے، جس میں تلاوت کلام پاک محمد فردوس عالم عبدالسلام (کلیتہ الدعوة سال دوم)، نعت نبی ﷺ معین الاسلام ثناء اللہ (کلیتہ الحدیث سال دوم)، ”میڈیا کی اثر انگیزی اور ہماری بے رغبتی“ کے عنوان پر محمد صہیب محمد زبیر (عالمیت سال اول) نے پیش کیا۔ سامعین کی جانب سے برجستہ تقاریر اور ہندوستانی سیاست میں مسلم قیادت کے فقدان پر مباحثہ عبدالعزیز کیفی (کلیتہ الشریعہ، سال سوم) اور ان کی ٹیم نے پیش کیا۔

اسی طرح ۲۱/۳/۲۰۱۹ء کو لجنہ الثقافہ کی آخری اور الوداعی نشست جو کلیات سال آخر کے طلبہ کی نمائندگی میں منعقد ہوئی، جس کی صدارت لجنہ الثقافہ کے سرپرست حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدنی، سابق شیخ الجامعہ نے کی۔ اس پروگرام میں تلاوت قرآن محمد عرفان محمد قربان (کلیتہ الشریعہ، سال سوم)، نعت نبی ﷺ محمد فرید جلال الدین (کلیتہ الدعوة واصول الدین، سال سوم)، تقریر بعنوان: ”اٹھ کہ بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے“ ارشاد عالم ابوالحسن (کلیتہ الحدیث، سال سوم)، الوداعی نظم جسے انیس الرحمن عبدالستار (کلیتہ الشریعہ، سال اول) نے تحریر کیا تھا اور نعیم اختر علی حسین (کلیتہ الحدیث، سال دوم) نے اپنی پرسوز آواز میں گنگنایا۔ مقالہ بعنوان ”معاشرے میں علوم اسلامیہ کے متخصصین کی ضرورت اور ان کی ذمہ داریاں“ اعجاز الحق انوار الحق (کلیتہ الحدیث، سال سوم)، الوداعی ترانہ اسد اللہ ابوطالب اموازی (کلیتہ الحدیث، سال سوم) نے لکھا جسے موصوف اور ان کی ٹیم نے پیش کیا تھا۔ مباحثہ بر موضوع ”مدارس اسلامیہ میں طالبان علوم نبوت کی ذہن سازی کیسے کی جائے؟“ اور اخیر میں ابوالخیر عبدالخالق (کلیتہ الدعوة واصول الدین، سال سوم) نے خبر نامہ پیش کرنے کی ذمہ داری ادا کی تھی۔

اسی کے ساتھ سالانہ تقریری و تحریری مسابقوں میں کامیاب ہونے والے طلبہ کا اعلان کیا گیا اور انہیں مبلغ کی صورت میں انعامات دیئے گئے، جن کی تفصیل سطور ذیل میں پیش کی جا رہی ہے:

۱	میزان الرحمن محمد سلیمان	2800
۲	محمد شمیم محمد سلیمان	800
۳	اعجاز الحق انوار الحق	1400
۴	سماں حنیف محمد رحیم	1000

600	مامون رشید ہارون رشید	۵
1000	محمد ظاہر محمد سلیم	۶
800	عبدالرحمن عالمگیر محمد عالمگیر	۷
600	عبداللہ سعود ابوتراب	۸
600	محمد مرسلین جمال احمد	۹
1200	محمد سجاد اطہر علی	۱۰
600	محمد توصیف نظام الدین	۱۱
800	فیض اکرم محمد عظیم	۱۲
800	عبداللہ کافی نور الاسلام	۱۳
600	حماد انصاری محمد ارشد	۱۴
500	محمد سعود عبدالمتین	۱۵
400	محمد معراج خلیل الرحمن	۱۶
700	احمد اللہ صدر الدین	۱۷
500	حبیب الرحمن محب اللہ	۱۸
800	محمد صہیب محمد زبیر	۱۹
400	محمد نعیم محمد طاہر	۲۰
800	فیصل جمال اختر حسین	۲۱
600	محمد زین العابدین انارکل میاں	۲۲
700	عباس عالم ابوالمہاجن	۲۳
400	پرویز مشرف محمد سلیم	۲۴
200	وقاص مسعود مسعود علی	۲۵
400	عبداللہ محمد مرتضیٰ	۲۶
1200	نور حسین عبدالوہاب	۲۷
600	عبدالاحد انیس الرحمن	۲۸
22800	ٹوٹل	

انعامات کا اعلان کرنے کے بعد مولانا نعیم الدین صاحب مدنی نے ناظم جامعہ حفظہ اللہ سے اپیل کی کہ جامعہ کا سب سے متحرک تعلیمی شعبہ ہے۔ لہذا اپنی کشادہ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کلاس میں پہلی، دوسری اور تیسری پوزیشن لانے والے طلبہ کو بھی اعزازات سے نوازا جائے۔ اس پر ناظم اعلیٰ نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ ”میری چاہت ہے کہ میں دنیا کے ماہرین علم فن کو مدعو کر کے ہر سال کم از کم چار دورہ تدریسیہ منعقد کرواؤں اور اس میں چیدہ چیدہ علماء کے ہاتھوں تعلیم میں پوزیشن لانے والے طلبہ کو انعامات سے نوازا جائے اور اساتذہ کو بھی ان کی بہتر خدمات پر ایوارڈ دیا جائے“۔

آخر میں ڈاکٹر عبدالصبور صاحب مدنی کو دعوت دی گئی۔ انھوں نے اپنی بات حمد و ثنا سے شروع کرنے کے بعد ۲۸ فروری ۲۰۱۹ء بروز جمعرات کو منعقد ہونے والے مسابقہ برائے حفظ حدیث پر تفصیلی رپورٹ پیش کی جس کو اختصار کے ساتھ یہاں ذکر کیا جا رہا ہے:

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ مسابقہ کے لیے نام اندراج کروانے والے طلبہ کی تعداد ۴۰۰ تھی لیکن مقالات، حکومتی امتحانات اور دیگر تحریری و تقریری مسابقتوں کی مصروفیت کی بنا پر شرکت کرنے والوں کی تعداد ۲۱۶ ہو گئی جن میں ۱۳۱ خوش نصیب طلبہ نے ۶۰% سے زائد نمبرات حاصل کیے جو پوزیشن اور تشجیعی انعامات کے مستحق ٹھہرے۔ ان میں سے ۹۲ مشارکین کے نمبر ۸۵ فیصد سے زائد تھے، بعض نمبرات مکرر ہونے کی وجہ سے فرعہ اندازی کے ذریعہ پوزیشن کی تعیین کرنی پڑی، جن کو متعینہ انعامات اور سرٹیفیکٹ سے نوازا جائے گا اور ساتھ ہی ان اساتذہ کی خدمات کو بھی سراہا گیا جو اس مسابقہ کے نظم و نسق میں پیش پیش تھے، جس کی تفصیل آگے ذکر کی جا رہی ہے:

مسابقہ برائے حفظ حدیث کی ترتیب و تنسیق کی ذمہ داری نبھانے والے اساتذہ:

(۱) فضیلۃ الشیخ محمد عبدالقیوم المدنی حفظہ اللہ

(۲) فضیلۃ الشیخ محمد یوسف المدنی حفظہ اللہ

(۳) فضیلۃ الشیخ محمد ایوب السنانی حفظہ اللہ

(۴) فضیلۃ الدکتور عبدالجلیم مسلمان المدنی حفظہ اللہ

(۵) فضیلۃ الدکتور عبدالصبور ابوبکر المدنی حفظہ اللہ

فائزین طلبہ کی لسٹ

انعامات	کلاس	نمبرات	نام طالب علم مع ولدیت	پوزیشن
10000 مع شہادۃ تقدیر	کلیۃ الحدیث، سال سوم	99	احسان احمد نذیر احمد	پہلی پوزیشن
8000 مع شہادۃ تقدیر	عالمیت سال اول	99	مبارک حسین سراج الحق	دوسری پوزیشن

تیسری پوزیشن	فوزان حلیم عبدالخلیم مسلمان	98.50	ثانویہ سال اول	6000 مع شہادۃ تقدیر
چوتھی پوزیشن	فیصل جمال اختر حسین	98.50	عالمیت سال اول	5000 مع شہادۃ تقدیر
پانچویں پوزیشن	عبدالعزیز محمد یوسف	98	کلیۃ الحدیث، سال اول	4000 مع شہادۃ تقدیر
چھٹی پوزیشن	فیضان اختر عبدالمنان	97.50	کلیۃ الحدیث، سال اول	1500 مع شہادۃ تقدیر
ساتویں پوزیشن	محمد عرفان نعیم اللہ	97	کلیۃ الدعوة، سال دوم	1500 مع شہادۃ تقدیر
آٹھویں پوزیشن	سلیم الدین رضی الدین	97	عالمیت سال اول	1500 مع شہادۃ تقدیر
نویں پوزیشن	میزان الرحمن محمد سلیمان	97	کلیۃ الحدیث، سال سوم	1500 مع شہادۃ تقدیر
دسویں پوزیشن	عبدالعزیز کفایت اللہ	97	کلیۃ الشریعہ، سال سوم	1500 مع شہادۃ تقدیر
گیارہویں پوزیشن	محمد طاہر حفیظ اللہ	96.50	عالمیت سال اول	500 مع شہادۃ تقدیر
بارہویں پوزیشن	عبدالمجید مسلمان و کعب اللہ مسلمان	96	کلیۃ الحدیث، سال اول	500 مع شہادۃ تقدیر
تیرہویں پوزیشن	محمد زین العابدین ابوالحسن	96	کلیۃ الحدیث، سال دوم	500 مع شہادۃ تقدیر
چودھویں پوزیشن	نعیم اختر اطہر علی	96	کلیۃ الشریعہ، سال سوم	500 مع شہادۃ تقدیر
پندرہویں پوزیشن	عبدالاول محمد عرفان	95.50	کلیۃ الدعوة، سال سوم	500 مع شہادۃ تقدیر
سولہویں پوزیشن	اعجاز الحق انوار الحق	95.50	کلیۃ الحدیث، سال سوم	500 مع شہادۃ تقدیر
سترہویں پوزیشن	عبدالصمد علاء الدین	95.50	کلیۃ الدعوة، سال سوم	500 مع شہادۃ تقدیر
اٹھارہویں پوزیشن	محمد امین محمد حسین	95.50	متوسطہ سال سوم	500 مع شہادۃ تقدیر
انیسویں پوزیشن	محمد مرسلین محمد جمال	95.50	کلیۃ الحدیث، سال سوم	500 مع شہادۃ تقدیر
بیسویں پوزیشن	عبدالرشید عبدالمجدود	95	عالمیت سال اول	500 مع شہادۃ تقدیر
اکیسویں پوزیشن	محمد حبیب اللہ نوشاد علی	95	کلیۃ الدعوة، سال سوم	300 مع شہادۃ تقدیر
بائیسویں پوزیشن	محمد بدر جہاں محمد درویش	95	کلیۃ الحدیث، سال دوم	300 مع شہادۃ تقدیر
تیسویں پوزیشن	اسعد فوزان ابوبکر	95	عالمیت سال دوم	300 مع شہادۃ تقدیر
چوبیسویں پوزیشن	سیف الدین ابوبکر	95	عالمیت سال دوم	300 مع شہادۃ تقدیر
46700			ٹوٹل	

جامعہ نے تخصص کو مدنظر رکھتے ہوئے درس نظامی میں کچھ تبدیلی کو جگہ دی ہے جس کی ایک کڑی فضیلت کا متبادل کلیات کا

نظام لاگو کرنا ہے جس کا پہلا بیچ جو ۷۴ طلبہ پر مشتمل ہے عنقریب میدان عمل میں اتر کر اپنا کام شروع کر دے گا۔ ان کی دل جوئی کے لیے ناظم اعلیٰ کی تالیف کردہ دو کتابیں (۱) حج مبرور، اور (۲) اسلام کا تعارف بطور ہدیہ پیش کیا گیا اور مستزاد یہ کہ تمام شعبوں میں بہتر کارکردگی کو فروغ دینے کے لیے اس سال سے تین نئے ایوارڈ جاری کرنے کا اعلان کیا گیا:

(۱) مثالی طالب ایوارڈ

اس ایوارڈ کے لیے تین طلبہ کو منتخب کیا گیا:

(۱) محمد عارف محمد موسیٰ (کلیۃ الشریعہ، سال اول) مثالی طالب

(۲) محمد صہیب محمد زبیر (عالمیت سال اول) مثالی طالب

(۳) ثاقب حسین ثناء اللہ (کلیۃ الحدیث سال دوم) مثالی طالب

ان مذکورہ طلبہ کو مرعۃ المفاتیح کا مکمل سیٹ مع شہادۃ تقدیر دیا گیا۔

(۲) بہترین امام ایوارڈ

اس ایوارڈ کے لیے بھی دو طلبہ کے نام کا اعلان کیا گیا:

(۱) عبدالرحمن محمد جعفر حسین (کلیۃ الدعوة سال اول) افضل امام

(۲) کوثر علی محبوب علی (عالمیت سال اول) افضل امام

ان دونوں کو مولانا محمد مستقیم سلفی کی مایہ ناز تصنیف ”علماء اہل حدیث ہند اور ان کی تصنیفی خدمات“ اور ساتھ ہی

2000 نقد اور شہادۃ تقدیر سے نوازا گیا۔

(۳) بہترین کمرہ ایوارڈ

اس ایوارڈ کے مستحق وہ کمرہ ٹھہرا جو نظم و نسق اور صفائی ستھرائی میں بہتر تھا۔

کمرہ نمبر 121B کو بہترین کمرہ کا ایوارڈ دیا گیا اور ان کی حوصلہ افزائی کے لیے نقد 4500 روپے بطور انعام پیش کیا گیا۔

اس پروگرام میں تمام اساتذہ کرام شریک ہوئے، جن میں مولانا علی حسین سلفی، مولانا عبدالکبیر مدنی مبارک پوری، مولانا محمد عبدالقیوم مدنی، مولانا اسعد اعظمی، ڈاکٹر عبدالحکیم مدنی، ڈاکٹر محمد اسلم مبارک پوری، مولانا نور الہدی سلفی، مولانا محمد ایوب سلفی، مولانا طاہر حسین سلفی، مولانا نادل محمد سلفی، مولانا عبداللہ زبیر سلفی، مولانا محمد معظم نذیری، مولانا فضل الرحمن سلفی اور مولانا محمد یونس سلفی حفظہم اللہ تعالیٰ ہیں۔

اللہ سے دعا ہے کہ جامعہ کی دن دوئی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور اس کی خدمات کو قبولیت بخشے اور منتظمین جامعہ،

اساتذہ کرام اور تمام یہی خواہان کو حفظ و امان میں رکھے۔

عبدالرحمن عالمگیر محمد عالمگیر رکنیۃ الشریعہ، سال اول

مجوزہ پروگرام امتحانات و تعطیلات جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس، یوپی، الہند
۲۰-۱۹ء۲۰۱۹ء۴۱-۴۰ھ

		۲۳ جون ۱۹۰۲ء اتوار ۱۹ شوال ۱۴۴۱ھ	۱- آغاز سال نو ۲۰-۱۹ء۲۰۱۹ء۴۱-۴۰ھ
تا	۲۵ جون ۲۰۱۹ء منگل	۲۴ جون ۲۰۱۹ء سوموار ۲۰ شوال ۱۴۴۰ھ	۲- امتحان داخلہ ۲۰-۱۹ء ۴۱-۴۰ھ
تا	۲۱ شوال ۱۴۴۰ھ	۱۵ اگست ۲۰۱۹ء جمعرات ۱۳ رذی الحجہ ۱۴۴۰ھ	۳- یوم آزادی
تا	۱۸ اگست ۲۰۱۹ء جمعرات	۸ اگست ۲۰۱۹ء جمعرات ۶ رذی الحجہ ۱۴۴۰ھ	۴- تعطیل عید الاضحیٰ
تا	۱۶ رذی الحجہ ۱۴۴۰ھ	۲ اکتوبر ۲۰۱۹ء بدھ ۲ صفر ۱۴۴۱ھ	۵- گاندھی جینتی
تا	۷ نومبر ۲۰۱۹ء جمعرات	۲ نومبر ۲۰۱۹ء سنچر ۴ ربیع الاول ۱۴۴۱ھ	۶- تیاری امتحان ششماہی
تا	۹ ربیع الاول ۱۴۴۱ھ	۹ نومبر ۲۰۱۹ء سنچر ۴ ربیع الاول ۱۴۴۱ھ	۷- امتحان ششماہی
تا	۲۱ نومبر ۲۰۱۹ء جمعرات	۲۳ نومبر ۲۰۱۹ء سوموار ۲۷ ربیع الاول ۱۴۴۱ھ	۸- تیاری نتیجہ امتحان ششماہی
تا	۲۳ ربیع الاول ۱۴۴۱ھ	۲۸ دسمبر ۲۰۱۹ء سنچر ۱۹ جمادی الاول ۱۴۴۱ھ	۹- تعطیل ششماہی رسرما

		۲۶ جنوری ۲۰۲۰ء اتوار ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۱ھ	۱۰۔ یوم جمہوریہ
		۱۰ مارچ ۲۰۲۰ء منگل ۱۴ رجب ۱۴۴۱ھ	۱۱۔ ہولی
تا	۲۹ مارچ ۲۰۲۰ء اتوار ۳ شعبان ۱۴۴۱ھ	۲۳ مارچ ۲۰۲۰ء سوموار ۲۷ رجب ۱۴۴۱ھ	۱۲۔ تیاری امتحان سالانہ
تا	۱۲ اپریل ۲۰۲۰ء اتوار ۱۷ شعبان ۱۴۴۱ھ	۳۰ مارچ ۲۰۲۰ء سوموار ۴ شعبان ۱۴۴۱ھ	۱۳۔ امتحان سالانہ
تا	۱۹ اپریل ۲۰۲۰ء اتوار ۲۴ شعبان ۱۴۴۱ھ	۱۳ اپریل ۲۰۲۰ء سوموار ۱۸ شعبان ۱۴۴۱ھ	۱۴۔ تیاری نتیجہ امتحان سالانہ
تا	۱۱ جون ۲۰۲۰ء جمعرات ۱۸ شوال ۱۴۴۱ھ	۲۰ اپریل ۲۰۲۰ء سوموار ۲۵ شعبان ۱۴۴۱ھ	۱۵۔ تعطیل سالانہ گرما رمضان
		۱۳ جون ۲۰۲۰ء سنچر ۲۰ شوال ۱۴۴۱ھ	۱۶۔ آغاز سال نو ۲۱۔ ۲۰۲۰ء = ۱۴۴۱۔۴۲ھ
تا	۱۵ جون ۲۰۲۰ء سوموار ۲۲ شوال ۱۴۴۱ھ	۱۴ جون ۲۰۲۰ء اتوار ۲۱ شوال ۱۴۴۱ھ	۱۷۔ امتحان داخلہ سال ۲۱۔ ۲۰۲۰ء ۴۲۔ ۱۴۴۱ھ

ادارة الجامعة السلفية

بنارس، یوپی

نوٹ: حالات و موسم کے پیش نظر مذکورہ پروگرام میں تبدیلی ممکن ہے۔



باب الفتاویٰ

سوال: دودھ پلانے والی عورت روزہ رکھ سکتی ہے؟
جواب: اگر دودھ پلانے والی عورت روزہ رکھنے سے

کمزور نہ ہو اور اس کی تندرستی پر خراب اثر نہ کرے تو وہ روزہ رکھ سکتی ہے۔ ورنہ وہ آیت [وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ] (اور جنہیں روزہ رکھنے میں مشقت اٹھانی پڑتی ہو وہ بطور فدیہ ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں) کی رو سے ایک مسکین کو روزانہ کھانا کھلا دیا کرے۔

سوال: طاق رات میں شب بیداری کرتے ہوئے بدقسمتی سے اور غفلت سے سحری اذان کے بعد سحری پندرہ منٹ دیر سے کیا۔ کیا سحری پندرہ منٹ دیر سے کرنے پر روزہ صحیح ہوگا یا نہیں؟

سوال: زیادہ کو رمضان شریف میں روزے کی حالت میں تقریباً دو پہر دو بجے یا عصر کے پہلے حیض شروع ہو تو اس یوم کا روزہ ہوا یا نہیں اور قضا رکھنی ہے یا نہیں۔ اسی یوم سے قضا شروع کرنی ہے یا دوسرے یوم سے قضا شروع کرنی ہے۔

دوسری عورت کو عصر اور مغرب کے درمیان حیض آجائے تو اس کے لئے اس دن کا روزہ ہوا یا نہیں۔ بعد رمضان کے قضا اسی یوم سے یا دوسرے یوم سے قضا شروع کرنی ہے۔

سوال: ماہ رمضان کے آخری جمعہ جسے لوگ الوداع کہتے ہیں اس کی کیا اہمیت ہے؟
جواب: آخری جمعہ کا اہتمام نہ صحابہ کے دور میں تھا نہ تابعین کے دور میں نہ تبع تابعین کے زمانہ میں۔ اس میں شک نہیں ہے ماہ رمضان کی بڑی فضیلت ہے، لیکن جمعۃ الوداع کا اہتمام خیر القرون میں نہیں ملتا ہے۔ جس

سوال: طاق رات میں شب بیداری کرتے ہوئے بدقسمتی سے اور غفلت سے سحری اذان کے بعد سحری پندرہ منٹ دیر سے کیا۔ کیا سحری پندرہ منٹ دیر سے کرنے پر روزہ صحیح ہوگا یا نہیں؟
جواب: اذان صبح صادق کے بعد ہوتی ہے اور صبح صادق کے بعد کھانا پینا منع ہے۔ احتیاطاً صبح صادق سے قبل ہی کھانا پینا ترک کر دینا چاہئے۔ اذان کے بعد پندرہ منٹ تاخیر سے سحری کھانا درست نہیں ہے۔ اس روزہ کی قضا رکھ لینا چاہئے۔

سوال: ماہ رمضان کے آخری جمعہ جسے لوگ الوداع کہتے ہیں اس کی کیا اہمیت ہے؟
جواب: آخری جمعہ کا اہتمام نہ صحابہ کے دور میں تھا نہ تابعین کے دور میں نہ تبع تابعین کے زمانہ میں۔ اس میں شک نہیں ہے ماہ رمضان کی بڑی فضیلت ہے، لیکن جمعۃ الوداع کا اہتمام خیر القرون میں نہیں ملتا ہے۔ جس

تیسری عورت کو بعد نماز صبح کے حیض ہو جائے تو اس کے لئے روزہ ہوا یا نہیں؟ وہ بعد رمضان کے اس یوم سے قضا رکھنی ہے یا دوسرے دن سے رمضان قضا کرنی ہوگی؟
جواب: جس دن عورت کو حیض آجائے اور وہ روزہ سے

تیسری عورت کو بعد نماز صبح کے حیض ہو جائے تو اس کے لئے روزہ ہوا یا نہیں؟ وہ بعد رمضان کے اس یوم سے قضا رکھنی ہے یا دوسرے دن سے رمضان قضا کرنی ہوگی؟
جواب: جس دن عورت کو حیض آجائے اور وہ روزہ سے

اسی طرح دوسری روایت میں ہے علی کل حر أو مملوک، ذکر أو انثی، صغیر أو کبیر۔ (ہر آزاد، غلام، مذکر یا مؤنث، چھوٹے یا بڑے سب پر صدقہ فطر ہے۔) الفاظ کی تقدیم و تاخیر کے ساتھ مسلم (۹۸۴) میں بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہما مروی ہے)

پس زکوٰۃ یعنی صدقہ فطر ہر شخص پر واجب ہے اس کے لئے ضروری نہیں ہے کہ صدقہ فطر وہی ادا کرے جو روزہ رکھتا ہو اس لئے کہ صدقہ فطر کے لئے حدیث میں دو وجہیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک تو طهارة للصائم من اللغو والرفث (سنن ابی داؤد: ۱۶۰۹، سنن ابن ماجہ: ۱۸۲۷ بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ یہ حدیث صحیح ہے) ہے یعنی روزہ میں جو نامناست باتیں ہو جاتی ہیں اس سے صدقہ فطر آدمی کو پاک کرنے والا ہے۔

اور دوسری وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ طعمۃ للمساکین (سابقہ حدیث کی تخریج دیکھیں) یعنی اس سے مسکینوں کے لیے کھانے کا سامان مہیا ہوتا ہے۔ پس اسے روزہ داروں کی طرف سے صدقہ فطر نکالنے میں پہلا فائدہ تو حاصل نہیں ہوتا لیکن دوسرا فائدہ یعنی طعمۃ للمساکین کا فائدہ تو حاصل ہوتا ہے، اس لئے صدقہ فطر ہر شخص کو نکالنا چاہئے۔ اس نے روزہ رکھا ہو یا نہ رکھا ہو چھوٹا ہو یا بڑا ہو۔

دار الافتاء

جامعہ سلفیہ بنارس

●●●

طرح پورے رمضان المبارک کو دوسرے مہینوں پر فضیلت ہے اسی طرح رمضان المبارک کے جمعہ کو بھی فضیلت ہے۔ اس ماہ میں جہاں تک ممکن ہو سکے نیکی صدقہ، نفل نمازیں، تلاوت قرآن مجید وغیرہ اعمال خیر کا التزام کرنا چاہئے۔ جھوٹ، فریب، غیبت اور برائیوں سے بچنا چاہئے۔

سوال: جو معذور ہونے کی وجہ سے ماہ رمضان کا روزہ نہ رکھے کیا اس پر بھی فطرہ واجب ہے؟ نیز یہ بھی بتایا جائے کہ جب کم سن بچیاں روزہ کی مکلف نہیں ہیں تو پھر ان کی طرف سے جو فطرہ ادا کیا جاتا ہے اس میں کیا حکمت و راز ہے؟ ہم حدیث کے حکم کی تعمیل کیلئے تو ادا کر دیتے ہیں لیکن بعض لوگ ہم سے اس کے متعلق پوچھتاچھ کرتے ہیں اس لئے ہم آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور جو شریعت کی نظر میں معذور تو نہیں ہے باوجود اس کے وہ اپنا فطرہ اپنے سردار کو ادا کرتا ہے حالانکہ وہ روزہ نہیں رکھتا ہے تو کیا اس کا فطرہ لیا جاسکتا ہے؟

جواب: صدقہ فطر ہر آدمی پر واجب ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت، جوان ہو یا بڈھا یا بچہ، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکاة الفطر صاعاً من تمر، وصاعاً من شعیر علی العبد والحر والذکر والانثی والصغیر والکبیر من المسلمین۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے غلام، آزاد، مرد، عورت، بچے اور بوڑھے سب پر ایک صاع کھجور سے یا ایک صاع جو سے صدقہ فطر فرض قرار دیا۔ (بخاری: ۱۵۰۳، مسلم: ۹۸۴ بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہما)